احمد مختارؐ

مرکز احیاء آثار برصغیر
MAAB 1431
maablib.org

مولفہ
میر سجاد علی بی اے۔ بی ایڈ۔ ام ایڈ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب رسول خدا سے پہلے عرب کی حالت

آج سے چودہ سو برس پہلے دنیا کے ایک بڑے حصہ میں انسانوں نے خدا کو بھلا دیا تھا۔ خدا کی طرف سے جتنے بھی نبی اور رسول آئے ان کی تعلیم ختم ہو گئی تھی ملک عرب کی بھی یہی حالت تھی۔ پتھر آگ اور سورج کی پوجا کو لوگوں نے اپنا مذہب بنا لیا تھا۔ دنیا میں ہر طرف گناہ کا دور دورہ تھا۔ شراب پینا عام تھا۔ جوا ان کی کمائی تھی۔ ان کی طاقت کمزوروں کو دبانا تھا۔ اپنے بچوں سے تک ان کو محبت نہ تھی لڑکی پیدا ہوتی تو اس کو مار ڈالتے تھے اور اگر باپ مرتا تو سوتیلی ماں سے شادی کر لیتے چھوٹی چھوٹی باتوں پر آپس میں خوب لڑتے اور جھگڑتے گناہ کرتے اور اس پر فخر کرتے جنگ میں کمزوروں۔ عورتوں۔ بچوں کو بے رحمی سے مار ڈالتے۔ قتل اور خون ان کے پاس معمولی بات تھی۔ شریف آدمی کے مال اور جان کی خیر نہیں تھی۔ غرض جس قدر برائیاں ہو سکتی ہیں ان میں پائی جاتی تھیں آپس میں مل جل کر رہنا اور ایک دوسرے کی مدد کرنا اور

٨٤١٠

مرکز احیاء آثار برصغیر
MAAB 1431
maablib.org

دکھ درد میں شریک ہونا تو جانتے ہی نہ تھے معلوم ایسا ہوتا تھا کہ یہ دنیا انسانوں کی نہیں بلکہ درندوں کی ہے۔

۲۔ جناب رسول خدا کی پیدائش

خدا ہمیشہ اپنے بندوں کی بھلائی چاہتا ہے اس لئے اس نے ایسے وقت جبکہ دنیا میں ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ ایک نور کے ذریعہ تمام دنیا کو روشن کر دیا۔ حضور مکہ میں ۱۷۔ ربیع الاول کو کو پیدا ہوئے آپ نے پیدا ہوتے ہی دونوں ہاتھ زمین پر رکھکر تکبیر کہی اور خدا کی تعریف کی آپ کے پیدا ہوتے ہی آپ سے ایک نور چمکا جس سے ساری دنیا روشن ہو گئی اور ایران کے آتشکدہ کی آگ جو ہزاروں برس سے روشن تھی یک دم بجھ گئی۔ آپ خدا کے آخری نبی تھے۔ آپ کے بعد نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ آپ دنیا میں اسلئے آئے تھے کہ سب کو دین خدا کی طرف بلائیں اور سیدھا راستہ بتائیں اور وہ تمام برائیاں جو انسانوں میں جڑ پکڑ گیں تھیں انکو دور کریں تاکہ لوگ اپنے پالنے والے کو پہچانیں اس کی عبادت کریں نجات پائیں۔

۳۔ حضور کا نام اور خاندان

حضور کا نام محمدؐ ہے آپ سے پہلے عرب میں کسی کا یہ نام نہ

فہرست مضامین

نمبر صفحہ	مضمون	نمبر شمار
1	رسول خدا سے پہلے عرب کی حالت	
2	رسول خدا کی پیدائش	
2	حضور کا نام اور خاندان	
4	حضور کا بچپن	
8	حضور کی جوانی	
9	حضور کی تجارت	
11	حضور کی حضرت خدیجہ سے شادی	
12	حجر اسود کا واقعہ	
13	حضور کی سب سے پہلی وحی	
14	خاندان کی دعوت	
16	کھلے طور پر تبلیغ اسلام	
18	کافروں کی مخالفت	
19	مسلمانوں پر کافروں کا ظلم	
20	مال و دولت کی لالچ	

maablib.org

تھا۔ آپ کے باپ کا نام عبد اللہ تھا اور آپ کی ماں کا نام آمنہ تھا
حضرت عبد اللہ آپ کے پیدا ہونے سے پہلے ہی انتقال
کر چکے تھے۔ آپ کے باپ کے انتقال کے بعد حضرت آمنہ مکہ
میں حضور کے دادا یعنی حضرت آمنہ کے سُسر حضرت عبد المطلب
کے پاس رہنے لگیں ۱۷۔ ربیع الاول کو حضرت پیدا ہوئے دادا نے
بڑی خوشی منائی۔ بچہ کو خانہ کعبہ میں لے گئے اور وہاں دعا مانگنے کے
بعد گھر واپس لائے اور کچھ دن بعد اہل قریش کی دعوت کی۔ حضور
ایک ایسے گھرانے میں پیدا ہوئے جو ایک عرصہ سے تمام عرب کی
سرداری کرتا تھا آپ جس وقت پیدا ہوئے تو آپکے دادا عبد المطلب
عربوں کے سردار تھے۔ اس سے پہلے عبد المطلب کے باپ اور
ان کے دادا عبد مناف اور ان کے پردادا قصیٰ عرب کی سرداری کرتے
تھے۔ اسی خاندان میں عرب کی سرداری تھی اس وجہ سے اس گھرانہ
کی بڑی عزت تھی۔ حضرت ابراہیم جو خدا کے رسول اور خلیل اللہ یعنی
اللہ کے دوست تھے اور ان کی بی بی حضرت حاجرہ بادشاہ مصر کی
بھتیجی تھیں۔ ان کی خدا کے پاس بڑی عزت تھی اور فرشتے انکے سامنے
آیا کرتے تھے۔ حضرت ابراہیم کے بیٹے حضرت اسماعیل سب سے
پہلے مکہ میں بس گئے تھے۔ اس وقت ان کو پوری قوم اپنا سردار

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
۱۵	حضرت ابوطالب کی خدمت میں کفار کا وفد	۲۱
۱۶	مسلمانوں کی حبشہ کو ہجرت	۲۲
۱۷	کفار کا بنی ہاشم سے ترک تعلق	۲۵
۱۸	حضور کی معراج	۲۷
۱۹	حضرت ابوطالب اور حضرت خدیجہ کا انتقال	۲۸
۲۰	طائف کا سفر	۲۹
۲۱	مدینہ میں اسلام کا پھیلنا	۳۰
۲۲	حضور کی ہجرت	۳۰
۲۳	مدینہ میں حضور کی آؤبھگت	۳۲
۲۴	مسجد نبوی	۳۵
۲۵	انصار و مہاجر کا بھائی چارہ	۳۶
۲۶	حضور کا مدینہ میں امن قائم کرنا	۳۸
۲۷	کفار قریش کی شرارتیں	۳۹
۲۸	جنگ بدر	۴۰
۲۹	جناب فاطمہ زہرا کی شادی	۴۲

مانی تھی حضرت اسماعیل کے بارہ بیٹے تھے جن میں سب سے زیادہ مشہور قیدار تھے ان کی اولاد میں سے فہر نامی ایک شخص اپنی بہادری کی وجہ سے قریش کے نام سے مشہور ہو گیا جو بہادری اُن میں تھی وہی ان کی اولاد میں باقی رہی اس لئے تمام لوگ ان کی اولاد کو قریش کے نام سے پکارتے تھے چونکہ یہ لوگ بہادر اور ہمت والے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ اچھی عادتوں اور اخلاق کے حامل تھے اس وجہ سے اس خاندان کے لوگ تمام گھرانوں میں اونچے سمجھے جانے لگے۔ اہل قریش میں خاص کر ہاشم اور ان کی اولاد اپنے بہترین چال چلن کی وجہ سے اونچے سمجھے جاتے تھے۔

ہمارے رسولؐ کے والد حضرت عبداللہ ہاشم کے پوتے تھے ہاشم کی عزت اور بڑھائی تمام عرب گھرانوں میں مانی جاتی تھی۔

رسول خدا کی والدہ حضرت آمنہ بھی قریش ہی کے قبیلہ کے ایک مشہور سردار وہب کی بیٹی تھیں اس طرح حضور باپ اور ماں دونوں طرف سے عرب کے بہترین گھرانوں میں سے تھے۔

ہم حضورؐ کا بچپن

عرب میں اور خاص کر مکہ میں یہ طریقہ تھا کہ بڑے گھرانوں کے بچوں کو آس پاس کے گاؤں کی دودھ پلانیوالی عورتوں کے حوالے کر دیتے تھے کیونکہ دیہات کی آب و ہوا کا بچوں کی

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
۳۰	مسلمانوں کا قبلہ کعبہ قرار پایا	۴۳
۳۱	امام حسنؑ کی پیدائش	۴۴
۳۲	جنگ احد	۴۴
۳۳	امام حسینؑ کی پیدائش	۴۸
۳۴	جنگ خندق	۴۹
۳۵	جناب زینب کی پیدائش	۵۲
۳۶	صلح حدیبیہ	۵۳
۳۷	دوسرے ملکوں میں اسلام کا پھیلنا	۵۶
۳۸	جنگ خیبر	۵۷
۳۹	فدک کا علاقہ	۶۰
۴۰	فتح مکہ	۶۱
۴۱	جنگ حنین	۶۵
۴۲	جنگ تبوک	۶۷
۴۳	مباہلہ	۶۹
۴۴	حضورؐ کا آخری حج اور غدیر خم	۷۲

maablib.org

صحت پر اچھا اثر ہوتا تھا اور پھر گاؤں کی زندگی سیدھی سادی سپاہیانہ ہوتی تھی جب حضور پیدا ہوئے اور دودھ پلانیوالی عورتیں مکہ میں آئیں تو حضرت آمنہ نے اپنے بچہ کو دایا حلیمہ کے حوالہ کیا۔ اس نیک بی بی نے حضور کو بڑی محنت اور محبت سے پالا۔ خدا کی طرف سے بی بی حلیمہ کے دل میں ہمارے رسولؐ سے اتنی محبت ہو گئی تھی کہ آپ بچہ سے ایک منٹ کے لئے بھی جدا نہیں ہوتی تھیں۔ جب حضور کی عمر دو برس کی تھی تو بی بی حلیمہ آپ کی والدہ حضرت آمنہ کے پاس لائیں اور کہا کہ بچہ کو کچھ دن اور ان کے پاس رہنے دیا جائے۔ اسی زمانہ میں مکہ میں بیماری پھیلی ہوئی تھی۔ اس لئے حضرت آمنہ نے خوشی سے اجازت دیدی۔ اس طرح حضورؐ پانچ سال تک بی بی حلیمہ کے پاس رہے۔

حضور کی عمر ابھی چھ سال کی تھی کہ آپ کی والدہ اپنی خادمہ کے ساتھ حضور کو مدینہ لے گئیں وہاں جانے کا مقصد یہ تھا کہ اپنے مرحوم شوہر کی قبر دیکھیں۔ مدینہ میں آپ ایک مہینہ تک رہیں جب آپ وہاں سے واپس ہوئیں تو ابوا کے مقام پر سخت بیمار ہو گئیں اور وہیں انتقال کر گئیں۔ آپ کی خادمہ نے حضور کو مکہ پہنچایا جہاں آپ کے دادا عبد المطلب نے آپ کی پرورش کی کچھ دن بعد حضرت عبد المطلب

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
۴۵	حضور کی وفات	۷۵
۴۶	حضور کی بیویاں اور اولاد	۸۰
۴۷	قرآن ہمیشہ رہنے والا معجزہ ہے	۸۱
۴۸	رسالت کی مزدوری	۸۲
۴۹	حضور کے اخلاق وعادات	۸۳
۵۰	حضور کی تعلیم	۸۴
۵۱	حضور کی صورت اور سیرت	۸۵
۵۲	قرآن اور اہل بیت	۸۶
۵۳	اسلام نے کیا نعمتیں انسان کے حوالہ کیا	۸۷

maablib.org

بھی دنیا سے اٹھ گئے مگر اپنے انتقال سے پہلے حضور کو اپنے بڑے بیٹے یعنی حضور کے چچا ابو طالب کے حوالہ کیا۔ حضرت عبد المطلب نے جب یہ محسوس کیا کہ زندگی ختم ہو رہی ہے تو آپ نے اپنے سب بیٹوں کو جمع کیا اور ان سے پوچھا کہ تم میں سے کون حضور کی پرورش اور دیکھ بھال اپنے ذمہ لیتا ہے۔ کیونکہ اس وقت حضور کی عمر آٹھ سال کی تھی اور آپ کے ماں اور باپ دونوں کا انتقال ہو چکا تھا۔ حضرت ابو طالب نے اپنے باپ سے عرض کیا کہ آپ ہی اس بچہ سے فرمائیے کہ وہ ہم میں سے جس کو چاہے چن لے۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ وہ جس کے پاس رہنا پسند کریں گے وہ انکو اپنی اولاد سے زیادہ محبت کرے گا۔ اور پرورش اور دیکھ بھال کا حق ادا کرے گا۔ حضرت عبد المطلب نے حضور سے کہا بیٹا تم کس چچا کے پاس رہنا پسند کرتے ہو۔ تو حضور دادا کے پہلو سے اٹھے سب چچاؤں پر ایک نظر ڈالی اور حضرت ابو طالب کے پاس بیٹھ گئے۔

حضرت ابو طالب نے اپنے بھائی کی اولاد کو اپنی اولاد سے زیادہ پیار اور محبت سے پالا آپ نے حضور کو ہر وقت اپنی نظروں کے سامنے رکھا اور رات میں بھی اپنے ساتھ سلاتے بچپن میں لڑکے اپنا وقت کھیل کود اور شرارت میں گزار

ہیں مگر حضور چھوٹی سی عمر ہی میں کھیل کود اور شرارت سے الگ تھلگ رہتے تھے۔ بڑوں کے پاس اٹھتے بیٹھتے تھے۔ اپنے چچا کی باتوں کو غور سے سنتے تھے اور اپنی چچی کی ہر بات پر دھیان لگاتے تھے۔ جو کچھ وہ پکا کر سامنے رکھیں شوق سے کھا لیتے اور کبھی کسی بات پر ضد نہیں کرتے تھے۔ حضور کی چچی حضرت فاطمہ بنت اسد جناب ابوطالب کی بیوی تھیں انھوں نے حضور سے ایسی محبت کی کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں اپنی ماں کی محبت کو بھول گیا۔ ان کے گھر میں کھجور کے جھاڑ تھے ان میں سے بہترین کھجور چن کر آپ حضور کے لئے رکھتیں اور اپنے بچوں کو نہیں دیتی تھیں۔ گھر میں کوئی کھانا نہیں کھا سکتا تھا جب تک کہ حضور اور حضرت ابوطالب کھانا نہ کھا لیں۔ آپ حضور کا بستر اپنے ہاتھ سے درست کرتیں اور حضور کو اپنے ہاتھ سے کپڑے پہناتیں اور حضور بھی ان سے ماں کی جیسی محبت کرتے۔

حضور کی عمر ابھی بارہ سال کی تھی کہ آپ کے چچا حضرت ابوطالب تجارت کی غرض سے مال لیکر جانا چاہتے تھے اور اپنے بھتیجے کو ساتھ اس لمبے سفر میں نہیں لیجانا چاہتے تھے مگر جب آپ نے ان کو رنجیدہ پایا تو اپنے ساتھ لے لیا۔ حضرت ابوطالب جب بصرہ کے مقام پہنچے تو وہاں ایک عیسائی کی نظر حضور کے چہرہ پر پڑی تو وہ فوراً

پہچان گیا کہ یہ وہی ہیں جس کی خبر حضرت عیسیٰ نے دی ہے کہ آخری نبی ہونگے۔ اس عیسائی نے حضرت ابوطالب کو منع کیا اور کہا کہ حضور کو یہودیوں میں نہ لیجائیں ورنہ وہ حضور کو پہچان کر مار ڈالیں گے۔ یہ سنکر حضرت ابوطالب نے حضور کو وہیں سے مکہ واپس کر دیا۔

۵۔ حضور کی جوانی

خدا خدا کر کے آپ جوان ہوئے تو آپ کی نیک طبیعت سے اس بات کا پتہ چل رہا تھا کہ حضور کسی بڑے کام کے لئے اس دنیا میں پیدا ہوئے ہیں بچپن میں صرف گھر والے آپ کی اچھی عادتوں اور نیکیوں سے واقف تھے۔ اب جب کہ آپ جوان ہوئے اور گھر سے باہر قدم نکالا اور دوسروں سے ملنا جلنا شروع کیا تو آپ کی اچھائی ہر ایک پر ظاہر ہونے لگی۔ آپ کی سچائی اور دیانتداری ہر ایک کو پسند آئی آپ کے دماغ میں کبھی بھی کسی برائی کا خیال تک نہیں آیا۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ عرب میں ہر طرف شراب پینا اور جوا کھیلنا اور لوگوں کو مار ڈالنا سب کچھ جائز تھا۔ حضور ان ہی لوگوں میں رہتے سہتے تھے۔ مگر آپ پر ان برائیوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ آپ خاموشی سے لوگوں سے ان برائیوں کو دور کرنے کی فکر میں لگے رہتے تھے۔ آپ ہر ایک سے محبت اور اخلاق سے ملتے تھے۔

آپ اپنی سچائی اور دیانتداری کے لئے اس قدر مشہور ہو گئے تھے کہ لوگ آپ کو امین یعنی امانتدار اور صادق یعنی سچا پکارنے لگے ۔

حضور کے ذاتی عمل سے لوگ اس قدر خوش تھے کہ انہوں نے آپ کی ہر بات کو غور سے سننا شروع کیا ۔ حضور نے لوگوں کو سمجھانا شروع کیا کہ شریف آدمی کمزوروں پر ظلم نہیں کرتے غریب مسافروں کو نہیں لوٹتے ۔ آپ برابر اس کوشش میں لگے رہے کہ لوگوں سے یہ برائیاں دور کریں اور تھوڑے ہی دن بعد آپ نے بہت سارے قبیلوں کی ایک انجمن بنائی جس میں یہ طے پایا کہ ملک سے برائیوں کو دور کیا جائے مسافروں کی حفاظت کی جائے ۔ غریبوں کی مدد کیجائے ۔ حضور نے ایسے ہی نیک کاموں میں حصہ لینا شروع کیا ۔ جس کی وجہ سے لوگ آپ پر بھروسہ کرنے لگے سارے عرب میں آپ کی سچائی اور دیانتداری پر کسی کو شبہ نہ رہا ۔

۶ ۔ حضور کی تجارت

آپ بڑے ہو کر اس قابل ہو گئے کہ اپنے پیروں پر کھڑے ہوں تو اپنے ملک والوں کی طرح آپ کو بھی تجارت کا شوق پیدا ہوا پہلے تو آپ دوسروں کے ساتھ مل کر تجارت شروع کی ۔ شروع ہی سے جو مال حضور دوسرے ملکوں کو لیجاتے اللہ کے فضل سے

ہاتھوں ہاتھ بک جاتا بہت جلد سارے عرب میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ حضور معاملہ کے بہت پکے ہیں اور آپ پر پوری طرح بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ بہت سارے سوداگر اس بات کی خواہش کرنے لگے کہ آپ اُن کے ساتھ تجارت کریں

اسی زمانہ میں مکہ میں اہل قریش کی نہایت شریف ذی علم اور باعزت بی بی جن کا نام خدیجہ تھا اور جو بہت مالدار تھیں اپنی دولت کا ایک بڑا حصہ تجارت میں لگا رکھی تھیں آپ ایک ایسے شخص کی تلاش میں تھیں جو دیانتدار ہو اور ان کے کاروبار کو سنبھال سکے حضور کی سچائی اور ایمانداری کی خبر ان تک پہنچی تو اس خاتون نے چاہا کہ حضور کو اپنی تجارت میں شریک کر لے۔ اس نیک بی بی کی ہاشمیوں سے بھی رشتہ داری تھی اس لئے انہوں نے ایک دن حضرت ابوطالب سے اپنی خواہش کہلوائی تو چچا نے بھتیجے سے مشورہ کیا اور آخر یہ طے پایا کہ حضور حضرت خدیجہ کا مال لیکر شام جائیں گے۔ پہلی ہی مرتبہ حضور کی محنت اور دیانتداری سے تجارت میں کافی فائدہ ہوا۔ حضرت خدیجہ اس سے بہت خوش ہوئیں۔ حضرت خدیجہ کا ایک غلام جو اس سفر میں حضور کے ساتھ تھا آپ کی نیکی اور سچائی کی بہت تعریف کیا اور سفر کا

سارا حال حضرت خدیجہ سے بیان کیا۔ حضرت خدیجہ نے جب آپکی ایمانداری کا حال سنا تو بہت خوش ہوئیں اور دل میں ٹھان لیا کہ حضور کو شریک تجارت ہی نہیں بلکہ شریک زندگی اور شریک رنج و راحت بنالیں اور حضور سے شادی کرلیں۔

حضور کی حضرت خدیجہ سے شادی

حضرت خدیجہ کا شمار مکہ کے بڑے مالداروں میں ہوتا تھا بہت سے مالدار لوگ آپ سے شادی کرنا چاہتے تھے حضرت خدیجہ ایک نیک بی بی تھیں لوگ انھیں طاہرہ یعنی پاک کہا کرتے تھے۔ آپ کو ایک ایسے شخص کی ضرورت تھی جو خود جیسا نیک ہو۔ میسرہ جو حضرت خدیجہ کا غلام تھا اور جو حضور کے ساتھ تجارت کے زمانہ میں شام میں تھا۔ حضرت خدیجہ سے حضور کی بڑی تعریف کیا۔ جیسا کہ خدا کو منظور تھا حضرت خدیجہ نے اپنی ایک سہیلی کے ذریعہ حضور کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا۔ حضرت ابوطالب نے اس نسبت کو بہت پسند کیا اور حضور نے اس کو قبول فرمالیا اور آپ کا نکاح حضرت خدیجہ کے ساتھ ہو گیا۔ چونکہ حضرت خدیجہ ہمارے رسول کی پہلی بیوی ہیں اسلئے ان کو یہ شرف حاصل ہو گیا کہ امت کی پہلی ماں کہلائیں شادی کے

وقت حضرت خدیجہ کی عمر تقریباً ۴۰ سال تھی اور حضور کی عمر ۲۵ سال۔

۸۔ حجر اسود کا واقعہ

مکہ میں ایک مرتبہ اتنی بارش ہوئی کہ بہت ساری عمارتیں گر گئیں اور خانہ کعبہ کی دیواروں کو نقصان پہنچا اور وہ پھٹ گئیں قریش کے تمام قبیلوں نے اس عمارت کے بنانے میں حصہ لیا۔ کیونکہ ہر ایک اس میں عزت سمجھتا تھا۔ یہاں تک تو ٹھیک تھا مگر جب حجر اسود ایک کالا پتھر جو حضرت آدم کے زمانہ کا تھا۔ اس کے لگانے کا وقت آیا تو ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ پتھر کے لگانے میں برابر کا شریک رہے۔ یہ جھگڑا اس قدر بڑھا کہ لوگ قسمیں کھا کھا کر مرنے مارنے پر تیار ہو گئے۔ آخر میں سب نے مل کر یہ طے کیا کہ کسی ایک کو حکم یا پنچ بنایا جائے۔ اس کی جو رائے ہو ویسا ہی کیا جائے۔ فیصلہ یہ ہوا کہ جو شخص صفا کے دروازہ سے پہلے داخل ہو وہی حکم ہوگا۔ اب تمام کی نظریں اسی طرف لگی ہوئی تھیں۔ خدا کی قدرت کہ ایک دم حضور اس دروازہ سے داخل ہوئے اور فوراً تمام نے مل کر آپ کو حکم قرار دیا۔ حضور نے ایک اچھی تدبیر نکالی۔ آپ نے ایک بڑی چادر بچھائی اور اس میں وہ پتھر رکھ دیا اور تمام قبیلوں سے

سرداروں سے کہا کہ سب چادر کے کونے تھام لیں اور اس پتھر کو وہاں تک لایا جہاں لگانا تھا اور پھر خود حضور نے اس کو اپنے ہاتھوں سے دیوار میں لگا دیا۔ اس طرح ایک ہنگامہ جس میں قتل و خون ہو سکتا تھا رک گیا عرب ایسے جاہل تھے کہ اگر یہ معاملہ اس آسانی سے طے نہ ہوتا تو قبائل میں خوفناک جنگ چھڑ جاتی۔

۹۔ حضور کی سب سے پہلی وحی

حضور کی شروع ہی سے خواہش تھی کہ اپنی قوم کو بت پرستی سے ہٹا کر خدا کی طرف لائیں آپ رات دن اسی فکر میں رہنے لگے اور اکیلے بیٹھ کر خدا کی یاد میں زیادہ وقت گزارنے لگے اسی زمانہ میں آپ کو روشنی نظر آنے لگی جس کو دیکھ کر آپ کی طبیعت خوش ہو جاتی تھی۔ مکہ سے تین میل دور پہاڑوں کے بیچ میں ایک غار تھا جس کو غار حرا کہتے ہیں آپ وہاں جاتے اور اکیلے بیٹھ کر خدا کی عبادت کرتے اور اپنی قوم کو سدھارنے کے متعلق سوچا کرتے۔ ایک دن آپ غار حرا میں خدا کی عبادت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ یکایک آسمان کی طرف سے ایک فرشتہ آپ کی خدمت میں آیا یہ روح الامین

تھے جو خدا کا حکم آپ تک پہنچانے آئے تھے خدا کے فرشتہ نے حضور سے کہا کہ میں جبرئیل ہوں اور آپ کو خوش خبری سنانے آیا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ نے آپ کو یہ پیام بھیجا ہے اور وہ یہ ہے۔ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اقرا باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق ۰ اقرء وربک الاکرم الذی علمہ بالقلم علم الانسان مالم یعلم" پارہ عم ۳۰، سورہ علق شروع یعنی شروع اللہ کے نام سے جو مہربان اور رحمت والا ہے اپنے پروردگار کے نام سے پڑھو جس نے سب کچھ بنایا۔ انسان کو گوشت کے لوتھڑے سے بنایا۔ اسے محمد پڑھو تمہارا رب بہت کرم والا ہے اس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا اور انسان کو وہ باتیں بتائیں جو وہ جانتا نہیں تھا۔ اس وحی کے نازل ہونے کے بعد حضور جبرئیل کے ساتھ پہاڑ کے دامن میں آگئے وضو کیا اور نماز پڑھی۔

ا۔ خاندان کی دعوت

maablib.org

وحی کے آنے کے تھوڑے ہی دن بعد حضور کو خدا کا حکم ملا کہ خاندان والوں کو جمع کرو ان کی دعوت کرو اور ان کے سامنے اسلام پیش کرو آپ نے ایسا ہی کیا آپ کے خاندان کے کوئی چالیس آدمی دعوت میں آئے دعوت کے بعد آپ نے لوگوں سے

کہنا شروع کیا کہ میں اللہ کا رسول بن کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ میں تمہارے پاس دنیا اور آخرت کی اچھائی لیکر آیا ہوں میں جانتا ہوں تمام عرب میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہے جو اپنی قوم کے لئے اس سے بہتر اور اس سے بڑھ کر کوئی چیز لایا ہو۔ میں تم کو ایسی اچھی باتیں بتانا چاہتا ہوں کہ جس کی وجہ سے دین اور دنیا میں تمہارا بھلا ہو۔ خدا نے حکم دیا ہے کہ میں تم کو اپنی طرف بلاؤں اور تم کو ٹھیک راستہ پر لگاؤں۔ مجھے اس کام میں ایک مدد کرنے والے کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد حضور نے کہا کہ میں تمہارے لئے ایک ایسا دین لایا ہوں جو تم کو آخرت میں نجات دلائے گا۔ جو شخص آج مجھ پر ایمان لائے گا وہی میرا وارث۔ میرا وزیر۔ میرا خلیفہ اور جانشین ہو گا۔ یہ سن کر سب چپ ہو گئے سوائے حضرت علی کے جو فوراً کھڑے ہو گئے اور کہا کہ مولا اس کام میں حق دار ہوں اگرچہ کہ میں سب سے چھوٹا ہوں مگر آپ کے کام میں ہاتھ بٹانے کے لئے تیار ہوں میں آپ سے اس کام میں آپ کا ہر وقت ساتھ دوں گا چاہے اس میں میری جان بھی چلی جائے۔ لوگوں نے حضرت علی سے یہ بات سن کر آپ کا مذاق اڑایا مگر حضور نے کسی کی

پرواہ نہیں کی حضور نے حضرت علی سے کہا کہ آج سے تم میرے مددگار، خلیفہ و جانشین ہو (تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۲۱۷ - ابوالفدا جلد ۱ صفحہ ۱۱۶ کامل جلد ۲ صفحہ ۲۲)

کھلے طور پر تبلیغ اسلام

سچی بات کے پھیلانے کا صحیح طریقہ یہ ہوتا ہے کہ پہلے خاندان والوں کو اور دوستوں کو حق کی طرف بلایا جائے اور پھر دوسروں کو اس طرف بلاتے ہیں حضور نے یہی طریقہ اختیار کیا جب آپ خاندان والوں کو راہ حق بتلا چکے تو دوسرے لوگوں کو سمجھانا شروع کیا کہ خدا کے سوائے دوسروں کی عبادت غلط ہے۔ اس طرح حضور رفتہ رفتہ کھلم کھلا لوگوں کو خدا کا پیغام سنانے لگے۔

حضور نے ایک دن مکہ کے قریب صفا کے پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے ہو کر لوگوں کو پکار کر بلایا اور جب بہت سارے لوگ جمع ہو گئے تو حضور نے ان سے پوچھا کہ آیا تم مجھے سچا جانتے ہو یا نہیں سب نے ایک زبان ہو کر کہا کہ حضور سچے اور امین ہیں۔ حضور نے اس وقت لوگوں سے کہا کہ میں پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا ہوں اور پہاڑ کے دونوں طرف برابر دیکھ

رہا ہوں اور اگر میں تم سے کہوں کہ ڈاکوں کا ایک گروہ مکہ پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم اسکو صحیح سمجھو گے تو لوگوں نے کہا بے شک ہم تم پر اس وجہ سے یقین کر لیں گے کہ تم ہماری نظر میں ہمیشہ سچے رہے ہے۔ حضور نے اس وقت لوگوں سے یہ کہا کہ میں نے تم لوگوں کو سمجھانے کے لئے یہ بات کہی تھی۔ میں تو دراصل تم لوگوں سے یہ بات کہنے کے لئے یہاں آیا ہوں کہ تم سب یقین کر لو کہ میں خدا کا رسول ہوں اور اس کے حکم سے دین اسلام کی طرف بلا رہا ہوں۔ تم یہ بھی یقین کر لو کہ موت تمہارے سر پہ آرہی ہے اور تم سب کو خدا کے سامنے جانا ہے اگر تم نے اسلام قبول کر لیا تو اس دنیا میں اور پھر آخرت میں تمہارا بھلا ہو گا۔ میری نظر اس وقت تمہاری دنیا اور تمہاری آخرت کو دیکھ رہی ہے لوگوں نے جب کھلے طور پر آپکو اپنی رسالت کا اعلان کرتے دیکھا اور سنا تو اسکا یہ چرچا گھر گھر ہونے لگا اور جتنے منہ اتنی باتیں ہونے لگیں۔ اسطرح حضور نے اسلام پھیلانا شروع کیا۔

حضور لوگونکو اس طرح سمجھانے لگے کہ پتھر کے بت۔ جھاڑ۔ پہاڑ اور سورج کی عبادت اس لئے غلط ہے کہ یہ سب خدا کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ اللہ ہی نے سب کو پیدا کیا

اور ہر ایک بات اسی کے اختیار میں ہے۔ میں خدا کا رسول ہوں۔ مجھ سے پہلے بھی خدا کے رسول دنیا میں آئے تاکہ انسانوں کو نیکی کا راستہ بتائیں اور ان کو خدا کی عبادت کا طریقہ سکھائیں میں بھی اسی غرض سے دنیا میں آیا ہوں۔ میرا کام ہے کہ تم کو نیک راستہ بتاؤں۔ اگر تم نے خدا کے راستہ سے ہٹ کر دوسرا راستہ اختیار کیا تو مرنے کے بعد قیامت میں کس منہ سے اللہ کے سامنے جا سکو گے۔ چوری۔ جھوٹ۔ لوٹ شراب پینا اور لوگوں پر ظلم کرنا مار ڈالنا بہت بری عادتیں ہیں جو خدا کو پسند نہیں ہیں جو لوگ ایسے کام کرتے ہیں ان کا بھلا نہیں ہوتا اور خدا ایسے لوگوں کو مرنے کے بعد سزا دیتا ہے

۱۲۔ کافروں کی مخالفت

عرب کے لوگ بہت جاہل تھے اپنے باپ دادا کے زمانے سے پتھروں کی پوجا اور دوسری بری عادتوں میں مبتلا تھے۔ اب یہ جاہل عرب حضور کی بات سن کر آپ کے خلاف ہو گئے ایک وقت آپ نے خانہ کعبہ میں خدا کا نام لیا تو عرب بہت بگڑ گئے اور چاروں طرف سے تلواریں لے کر حضور پر حملہ کر دیا مگر خدا نے حضور کو بچا لیا۔

عربوں کے اس قدر خلاف ہو جانے کے باوجود حضور نے اسلام کی تعلیم کو آگے بڑھانے یعنی تبلیغ میں کسی قسم کی کمی نہیں کی۔ آپ ہر میلہ میں اور ہر ایسی جگہ جہاں لوگ جمع ہوتے اور گلی کوچہ میں لوگوں کو غیر خدا کی عبادت سے منع کرتے آخرت کے عذاب سے ڈراتے خدا کو ایک ماننے یعنی توحید کی خوبی بتاتے اور پھر اپنی رسالت کا اعلان کرتے جیسے جیسے آپ اس کام کو آگے بڑھاتے عرب اتنے ہی زور سے آپ کے خلاف کام کرتے مگر اس کے باوجود اسلام پھیلتا ہی گیا۔

۱۳۔ مسلمانوں پر کافروں کا ظلم

کافر اب مسلمانوں کو ہر قسم کی تکلیف پہنچانے لگے تاکہ لوگ تنگ آکر اپنے پرانے مذہب پر واپس آجائیں کافروں نے مسلمانوں کو اس طرح تکلیف دینا شروع کیا کہ کسی مسلمان کی گردن میں رسی باندھ کر گھسیٹا اور کسی کو نیزہ مار کر ہلاک کیا کسی کے بال نوچے اور کسی کی گردن مروڑی۔ کسی کو گرم پتھر پر لٹا دیا کسی کو لوہے کی زرہ یعنی جنگی لباس پہنا کر گرم ریت پر لٹا دیا۔ غرض ایسی بہت ساری مصیبتیں مسلمانوں کو پہنچائیں کہ اگر اسلام سے سچے مذہب کے علاوہ اور کوئی دوسرا مذہب ہوتا تو اس کی

تاب نہ لاسکتا۔ خود حضور کے راستہ میں کانٹے بچھائے گئے آپ پر فراگندگی پھینکی گئی اور ایک مرتبہ تو کافروں نے جب کہ حضور نماز میں تھے گردن میں چادر لپیٹ کر بل دینا شروع کیا مگر حضور برابر نماز پڑھتے رہے پھر انہوں نے چادر کو کھینچا اور حضور کو گرادیا اور پھر ہنستے ہوئے چلے گئے ان تمام مظالم کے ہوتے ہوئے بھی نہ حضور کے قدم ڈگمگائے اور نہ مسلمانوں کے ایمان میں فرق آیا وہ برابر اپنا کام کرتے رہے۔

۱۴۔ مال اور دولت کی لالچ

مکہ کے کافروں نے جب یہ دیکھا کہ اسلام کے پھیلنے کو اس طرح روکا نہیں جا سکتا تو انہوں نے خیال کیا کہ شاید حضور دولت کی لالچ میں آکر ان کی بات مان لیں گے اس غرض سے عتبہ بن ربیعہ نامی ایک شخص حضور کی خدمت میں آیا اور کہا کہ اگر تمہارا مطلب ہمیں دکھ پہنچانے سے یہ ہے کہ تم دولت حاصل کرو۔ تو ہم خود تمہارے پاس بہت سی دولت جمع کردیں گے۔ اگر اسلام کے ذریعہ تم عزت حاصل کرنا چاہتے ہو تو ہم تم کو اپنا سردار بنا لیتے ہیں اگر تم کو حکومت کی تمنا ہے تو ہم تم کو عرب کا بادشاہ بنا دیں گے۔ اور اگر تمہارے

دماغ میں کچھ خرابی ہو گئی ہے تو ہم تمہارا علاج کرا دیں گے غرض تم جو چاہو کر دیں گے۔ مگر شرط یہ ہے کہ تم اسلام کی تبلیغ بند کر دو۔ حضور نے اس کے جواب میں فرمایا نہ تو مجھے دولت کی ضرورت ہے اور نہ میں عزت چاہتا ہوں اور نہ میرے دماغ میں کوئی خرابی ہے۔ میں تو کچھ بھی چاہتا ہوں وہ قرآن پاک سے ظاہر ہو جائے گا۔ اس کے بعد حضور نے قرآن پاک سے چند آیتیں پڑھیں۔ عتبہ ان کو سن کر دنگ ہو گیا اور پھر چپ چاپ اٹھکر چلا گیا۔ عتبہ جب حضور کے پاس سے واپس آیا تو لوگوں نے اس سے پوچھا کہ حضور سے کیا بات چیت ہوئی تو عتبہ نے کہا کہ ایسا کلام سن کر آیا ہوں جو شعر ہے نہ جادو ہے نہ منتر ہے۔ اس نے اہل قریش کو رائے دی کہ محمدؐ کو ان کے حال پر چھوڑ دو انہوں نے جب اس سے یہ سنا تو کہنے لگے کہ اس پر محمدؐ کا جادو چل گیا۔

۱۵۔ ابو طالب کی خدمت میں کافروں کا وفد

جب ڈرانے دھمکانے اور لالچ سے بھی کام نہ چل سکا اور خدا کے دین کا کام آگے بڑھتا ہی گیا تو قریش کے سارے لوگ اور قبیلوں کے سردار ایک جگہ جمع ہوئے اور مشورہ کر کے حضور کے چچا حضرت ابو طالب کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہم نے اب تک آپ کا بہت پاس کیا اور خاموش رہے مگر اب ہم سے صبر نہیں

ہو سکتا کیونکہ آپکا بھتیجہ ہمارے خداؤں کو جنکو ہمارے باپ دادا پوجتے آئے ہیں برا بھلا کہتا ہے اگر آپ نے ان کو نہیں روکا تو مار ڈالیں گے۔

اور پھر ان سب نے حضرت ابوطالب سے کہا کہ اب تم اکیلے ہو ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ حضرت ابوطالب نے حضور کو بلوایا اور ان سرداران قریش کی بات چیت سنائی اس وقت حضور نے اپنے چچا سے کہا کہ اگر یہ لوگ میرے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند بھی رکھدیں اور کہیں کہ میں اسلام کی تبلیغ چھوڑ دوں تو اس وقت بھی میں اپنے کام سے منہ نہیں موڑوں گا۔ میں خدا کے حکم کو پورا کرونگا اور اس میں ایک حرف کی بھی کمی نہیں کرونگا۔

حضرت ابوطالب نے حضور کا پکا ارادہ دیکھا تو کہا کہ جاؤ حق کے کام میں لگ جاؤ اور جب تک میرے دم میں دم ہے کوئی کافر یا مشرک تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا قریش کے کافر جب یہاں سے نا امید لوٹے تو اب انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ حضور اور بنی ہاشم کے خلاف کچھ ایسی کارروائی کی جائے کہ اسلام ہی ختم ہو جائے۔

۱۶۔ مسلمانوں کی حبشہ کو ہجرت

اہل قریش جب حضرت ابوطالب کے پاس سے ناکام آئے تو انہوں نے مسلمانوں پر بہت زیادہ ظلم کرنا شروع کیا۔ اور ادھر

حضور نے مسلمانوں سے کہدیا کہ جو لوگ کافروں کے ظلم سے بچنے کے لئے مکہ سے باہر جانا چاہتے ہیں چلے جائیں۔ اس وقت مسلمانوں نے اپنے لئے ایک نئی بستی بسانے کے لئے حبشہ کو سب سے اچھا مقام سمجھا۔ حبشہ کا بادشاہ نجاشی عیسائی تھا۔ اس کے متعلق مشہور تھا کہ وہ انصاف کرتا ہے اور مہمانوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے مسلمانوں کی ایک جماعت حضور کے حکم کے مطابق جعفر ابن ابوطالب کی سرکردگی میں اس غرض کے لئے حبشہ کی طرف چلی۔ کفار کو جب یہ معلوم ہوا تو ان کو پکڑنے کے لئے دوڑے مگر ان کے پہنچنے سے پہلے جہاز جا چکا تھا۔ قریش کے کافر مسلمانوں کو پریشان کرنے پر تلے ہوئے تھے انہوں نے اپنے دو آدمی عمرو بن عاص کو حبشہ کے بادشاہ کے پاس روانہ کیا اور قیمتی تحفے بھی بھیجے اور کہلوایا کہ ہمارے ملک میں ایک نیا دین نکلا ہے اور ہم اس دین کے خلاف ہیں۔ اس مذہب کے چند آدمی جو ہمارے غلام ہیں آپ کے ملک میں بھاگ کر آئے ہیں یہ ہمارے مجرم ہیں ان کو ہمارے حوالہ کیا جائے۔ نجاشی نے ان مسلمانوں کو بلوایا اور کفار قریش نے جو کہلوایا تھا وہ انہیں سنایا اور ان سے پوچھا کہ اصل بات کیا ہے۔ اس وقت حضور کے چچیرے

بھائی جعفر ابن ابی طالب نے دربار میں کھڑے ہو کر ایک تقریر کی اور کہا اے بادشاہ ہم جاہل تھے مردار کھاتے تھے کمزور انسانوں کو ستاتے تھے ایک خدا کے بجائے پتھر کی مورتیوں کو پوجا کرتے تھے ایسے وقت میں اللہ نے ہم پر رحم کیا اور ہماری قوم میں ایک ایسے انسان کو پیدا کیا جو ان سب برائیوں کو دور کرے وہ ایک سچا نیک اور ایماندار آدمی ہے وہ لوگ جو اس کے خلاف ہیں، اس کو دیانتدار اور سچا کہتے ہیں۔ اس کے باوجود کفار قریش اس کی جان کے دشمن ہو گئے ہیں ہم اس نیک انسان کی وجہ سے برے کاموں سے توبہ کر چکے ہیں ہم نہیں چاہتے کہ پھر برے کاموں کی طرف لوٹیں مگر کفار قریش ہم کو مجبور کر رہے ہیں کہ ہم اس راستہ سے بھٹک جائیں اس کے بعد حضرت جعفر نے سورہ مریم کی چند آیتیں نجاشی کو پڑھ کر سنائیں تو اس کے دل پر بڑا اثر ہوا اور یکایک اسکی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ نجاشی نے اسی وقت کفار قریش سے کہا کہ تم واپس جاؤ میں ان مظلوم مسلمانوں کو تمہارے حوالہ نہیں کر سکتا۔ کفار قریش کا جب یہ داؤ خالی گیا تو انہوں نے نجاشی سے کہا کہ ان مسلمانوں سے پوچھا جائے کہ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں ان کی کیا رائے ہے۔ نجاشی حضرت جعفر سے یہی پوچھا کیونکہ عیسائی

عیسیٰ کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں ۔ جعفر نے نجاشی سے کہا کہ ہمارے رسول کریم کے نزدیک حضرت عیسیٰ خدا کے نبی ہیں اور روح اللہ ہیں ۔ نجاشی نے اس وقت کہا کہ بے شک حضرت عیسیٰ اس سے زیادہ کچھ نہیں تھے عیسائی مذہب کے پادری نجاشی کی اس بات پر بہت بگڑے مگر اس نے انکی کوئی پرواہ نہیں کی اور کفار قریش اپنا سا منہ لیکر واپس چلے گئے

۱۷۔ کفار کا بنی ہاشم سے ترکِ تعلق

تھوڑے سے مسلمان جو حبشہ میں جاکر آباد ہو گئے تھے ان کو آرام ملا مگر جو مسلمان مکہ میں آباد تھے ان پر کفار قریش ویسے ہی ظلم کرتے رہے لیکن اس کے باوجود مسلمانوں کی تعداد بڑھتی ہی رہی اب مسلمان خانہ کعبہ میں جاکر نماز پڑھنے لگے کفار قریش کو یہ بات اور بھی بری لگی انہوں نے مسلمانوں کو ستانے کا ایک اور طریقہ نکالا اب سب نے مل کر بنی ہاشم سے تمام تعلقات بند کر دئے اور یہ طے کیا کہ یہ اس وقت تک باقی رہے کہ جب تک مسلمان حضور کو کافروں کے حوالہ نہ کر دیں ۔ ان کافروں نے ملکر ایک عہد نامہ لکھا اور سب سرداروں کے اس پر دستخط ہوئے اس عہد نامہ کو خانہ کعبہ میں لٹکا دیا گیا ۔ اس عہد نامہ میں لکھا تھا کہ بنی ہاشم سے کوئی میل جول نہ رکھا جائے اور نہ ان سے لین دین

کیا جائے نہ کھانے کی چیزیں ان کے ہاتھ بیچی جائیں اور نہ انکو بازاروں میں چلنے پھرنے دیا جائے۔

حضرت ابو طالب نے جب یہ دیکھا تو سب کو لیکر پہاڑ کی ایک گھاٹی میں جس کو شعب ابو طالب کہتے ہیں چلے گئے اور تقریباً تین سال یہاں گزار دئے۔ کافروں نے اس مقام کو گھیر رکھا تھا تاکہ کھانے پینے کا سامان ان تک نہ پہنچنے پائے۔ بنی ہاشم نے یہ زمانہ بہت تکلیف کیساتھ گزارا اور کئی کئی دن تک بھوکے رہ کر گزارتے تھے اور ان کے بچے جب بھوک سے تڑپ کر روتے تو ان کی آوازیں گھاٹی سے باہر شہر مکہ میں سنائی دیتی تھیں مگر بنی ہاشم اپنی دھن کے پکے تھے مصیبتیں اٹھاتے رہے۔ مگر اپنے رسول کا ساتھ دینے پر قائم رہے۔ حج کے زمانہ میں کافر بھی دشمن سے لڑنا ٹھیک نہیں سمجھتے تھے اس لئے حضور اس زمانہ میں گھاٹی سے باہر آکر لوگوں کو اللہ پر ایمان لانے کے لئے کہا کرتے ادھر ابو لہب اسی زمانہ میں صبح سے لیکر شام تک آپ کے پیچھے لگا رہتا اور کہتا پھرتا کہ آپ دیوانے ہیں ان کی باتوں کو نہ سنو۔ غرض تین سال تک بنی ہاشم نے اس ظلم کو برداشت کیا اس دوران میں اس معاہدہ کو جو خانہ کعبہ میں لٹکایا گیا تھا دیمک

نے کھالیا۔ حضور کو وحی ہوئی کہ کفار کو اطلاع دیں کہ اس معاہدہ کو دیمک کھا گئی۔ حضور کے اس پیام پر پہلے تو انہوں نے یقین نہیں کیا مگر جب اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو معلوم ہوا کہ معاہدہ کو دیمک کھا گئی اور حضور نے سچ فرمایا ہے۔ تو یہ متاثر ہوئے اور پھر اٹھا لیا تو بنی ہاشم گھاٹی سے باہر آئے۔

۱۸۔ حضور کی معراج

یہ وہی زمانہ تھا جب کہ معراج ہوئی ایک رات جب حضور سو رہے تھے جبرئیل حاضر ہوئے اور نہایت ادب سے آپ کو جگایا اور کہا کہ خدا نے آپ کو اپنی نشانیاں دکھانے کے لئے آسمانوں کی سیر کا حکم دیا ہے چنانچہ حضور نے جبرئیل کے ساتھ آسمانوں کی سیر کی جنت اور دوزخ کو دیکھا۔ جبرئیل یہاں تک تو حضور کے ساتھ رہے مگر اس مقام سے آگے جانے کی انہیں اجازت نہ تھی۔ حضور آگے بڑھے اور خدا نے اپنی نشانیاں دکھائیں۔ حضور اب ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں خدا کے سارے نبی جو گزر گئے تھے آپ کا انتظار کر رہے تھے آپ نے ان سب سے ملاقات کی حضور کو اس وقت اللہ کا حکم ملا کہ ان تمام نبیوں سے سوالات کرو (پارہ ۲۵ سورہ زخرف رکوع ۴) امام رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ حضور نے بہت سے سوالات

ان سے کئے۔ ان سوالوں میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ اللہ نے جس وقت انھیں نبوت دی تو ان کو کس بات کی خبر دی تھی۔ تمام نبیوں نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہمیں تین باتیں بتائی گئیں پہلی بات یہ تھی کہ اللہ ایک ہے دوسری بات یہ تھی کہ حضور اللہ کے آخری نبی ہیں تیسری بات یہ تھی کہ علی حضور کے بھائی اور اللہ کے ولی ہیں۔ ان سے ملاقات کرنے کے بعد حضور اس مقام تک گئے جہاں آج تک کوئی گیا اور نہ آئندہ جائے گا۔

۱۹ حضرت ابوطالب اور حضرت خدیجہ کا انتقال

حضور کی نبوت کے دسویں سال آپ کے چچا حضرت ابوطالب اس دنیا سے اٹھ گئے جب تک حضرت ابوطالب زندہ رہے اہل قریش ان کے خوف سے حضور کو زیادہ تکلیف نہیں پہنچا سکے مگر آپ کے انتقال کے بعد یہ ڈر بھی باقی نہ رہا اور لوگوں نے آپ کو پہلے سے زیادہ ستانا شروع کیا ابھی یہ غم تازہ تھا کہ بی بی خدیجہ بھی اللہ کو پیاری ہو گئیں اور حضور کا گھر خالی ہو گیا۔ حضرت خدیجہ نے اپنی ساری دولت اسلام کے پھیلانے میں خرچ کر دی اور حضور کے ساتھ مرتے دم تک اس طریقہ سے رہیں کہ حضور ہمیشہ انھیں یاد کیا کرتے تھے۔ حضور نے اس سال کا نام عام الحزن یعنی غم کا سال رکھا۔ کیونکہ آپکو ان دونوں مدد کرنیوالوں کے

انتقال کر جانے سے بہت رنج ہوا۔

۲۰۔ طائف کا سفر

مکہ سے آٹھ میل دور ایک مقام ہے جس کا نام طائف ہے حضور تبلیغ کرتے ہوئے وہاں تک پہنچ گئے۔ آپکے ساتھ ایک غلام زید بن حارث بھی تھے۔ طائف کے لوگ بھی مکہ والوں سے کم نہ تھے یہ لوگ تو مکہ والوں سے بھی سخت دل تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اور حضور کو بہت دکھ دیا۔ جب حضور راستہ سے جا رہے تھے تو ان لوگوں نے اس قدر پتھر پھینکے کہ حضور کا سر زخمی ہو گیا جب حضور درد کی وجہ بیٹھ گئے تو انہوں نے آپ کو زبردستی کھڑا کیا اور پتھر مارنے لگے۔ آخر آپ نے ایک باغ میں پناہ لی آپ کے غلام زید بن حارث نے آپ کے زخم دھوئے۔ اور آپ کچھ دیر وہاں ٹھہرے رہے۔ جب حضور میں چلنے کی طاقت آئی تو آپ وہاں سے روانہ ہوئے اور راستہ میں اسلام کی خوبیاں بیان کرنے لگے تو پھر ظالموں نے آپ کو پتھروں سے مارنا شروع کیا کہ اس مرتبہ اس قدر زخمی ہوئے کہ بے ہوش ہو گئے تو آپ کے غلام زید نے اپنی پیٹھ پر اٹھا کر وہاں سے نکالا اور شہر سے دور جا کر آپ کا چہرہ پانی سے دھویا تو آپ کو ہوش آیا۔

۱۳۔ مدینہ میں اسلام کا پھیلنا

ہر سال حج کے موقع پر مکہ کے اطراف بازار لگا کرتے تھے اور لوگ دور دور سے لین دین کے لئے وہاں آتے تھے۔ حضور انہی بازاروں میں اسلام کی تبلیغ کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مدینہ سے آنے والے لوگوں نے حضور کی باتوں کو غور سے سنا اور چلے گئے دوسرے سال مدینہ سے کچھ زیادہ لوگ آپ سے ملنے کے لئے آئے اور اسلام کی باتیں سنکر سچے دل سے ایمان لائے اور جس وقت یہ لوگ جانے لگے تو حضور کے ایک صحابی مصعب کو ساتھ لے گئے کہ وہ وہاں دین کی باتیں بتائیں۔ تیسرے سال بہتر آدمی وہاں سے آئے اور اسلام قبول کر لیا۔ مدینہ میں چونکہ مسلمانوں کو امن و سکون تھا۔ حضور نے مسلمانوں کو اجازت دیدی کہ وہ مکہ کے کافروں کے ظلم سے بچنے کے لئے مدینہ چلے جائیں اور خود حضور خدا کے حکم کا انتظار کرنے لگے۔

۱۴۔ ہجرت

مدینہ میں مسلمانوں کو آرام تھا اور اسلام پھیل رہا تھا۔ کافروں کو بہت برا معلوم ہوتا تھا اس مرتبہ انہوں نے اسلام کے روشن چراغ ہی کو بجھانے کی سوچی سب کافروں نے آپس میں طے کیا کہ

ہر ایک قبیلہ سے ایک آدمی شریک ہو اور سب مل کر رات کے وقت حضور کے گھر کو گھیر لیں اور آپ کو سب مل کر قتل کر دیں اسکے بعد بنی ہاشم کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔

مگر اللہ نے اپنے رسول کو کافروں کے اس ارادہ سے خبردار کر دیا اور حکم دیا کہ رات کے اندھیرے میں مکہ چھوڑ کر چلے جائیں۔ اسوقت حضور نے اپنے چچازاد بھائی حضرت علی کو بلایا اور خدا کا یہ حکم سنایا اور کہا کہ خدا کا حکم ہے کہ تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ اور میری سبز چادر اس طرح اوڑھے رہو کہ کسی کو گمان نہ ہو کہ میں یہاں نہیں ہوں بلکہ دوسرا کوئی اور ہے۔ میں خدا کے حکم سے مدینہ کو جا رہا ہوں۔ جانے سے پہلے حضور نے حضرت علی سے کہا کہ جتنی بھی امانتیں کافروں کی میرے پاس ہیں وہ انکے حوالہ کرنے کے بعد سب گھر والوں کے ساتھ مدینہ چلے آنا۔ میں اس وقت تک مدینہ میں داخل نہیں ہونگا جب تک کہ تم نہ آجاؤ۔

اب وہ رات آگئی جس کو ہجرت کی رات کہتے ہیں۔ تمام کافروں نے ننگی تلواریں لیکر حضور کے گھر کو گھیر لیا۔ حضور حضرت علی کو اپنے بستر پر لٹانے کے بعد خود دروازہ سے نکل گئے اور مدینہ کا رخ کیا۔ خدا نے اپنی قدرت سے کافروں کے آنکھوں پر پردہ ڈالدیا۔ اور وہ حضور کو نہ دیکھ سکے۔ حضور نے مکہ کے سارے مسلمانوں کو گھر سے باہر نکلنے

کی ممانعت کردی تھی۔ حضور ابھی تھوڑی دور چلے تھے کہ پیچھے سے کسی کے آنیکی آہٹ معلوم ہوئی تو حضور تیز تیز چلنے لگے یہاں تک کہ آپکو ٹھوکر لگی پیر زخمی ہوگیا اور آپ نے پلٹ کر دیکھا تو ابو بکر تھے آپنے کہا کہ ممانعت کے باوجود تم گھر سے باہر کیوں نکلے آپنے انکو واپس جانیکی اجازت دینے کے بجائے اپنے ساتھ چلنے کا حکم دیا اور مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے اور مکہ سے تھوڑا فاصلہ طے کر کے غار ثور میں چھپ گئے۔

ادھر کفار و مشرکین رسول اللہ کے گھر کو گھیرے رہے۔ اور حضرت علی حضور کی چادر تانے ہوئے سو رہے تھے اس موقع کیلئے حضرت علی کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی "ومن الناس من یشری نفسہ ابتغا مرضات اللہ" یعنی انسانوں میں ایک انسان ایسا بھی ہے جو خدا کی خوشنودی کیلئے اپنی جان بیچ دیتا ہے۔ (پارہ ۲ بقرہ رکوع ۲۵) رات بھر کفار نے بستر رسول پر پتھر مارے اور کچھ تیر برسائے۔ پتھر علی کو لگے اور تیر انکے پیر میں دھنسے مگر علی نے چہرے سے چادر نہیں سرکائی اور کروٹ نہیں بدلی۔ کفار یہ سمجھتے رہے کہ وہ رسول اکرم پر پتھر اور تیر برسا رہے ہیں جب صبح کا وقت قریب آیا تو کفار و مشرکین نے حملہ کیا تو حضرت علی تلوار لئے اٹھ کھڑے ہوئے جب انہوں نے بجائے محمدؐ کے علی کو پایا تو بہت غضبناک ہوئے اور حضرت علی سے پوچھا کہ محمد کہاں ہیں؟ تو حضرت

علی نے ڈٹ کر جواب دیا کہ کیا تم نے انکو میرے حوالہ کیا تھا جو مجھ سے ان کے متعلق سوال کر رہے ہو۔ وہ جہاں کہیں بھی ہیں خدا کی امان میں ہیں۔ تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ حضرت علی کو تلوار لئے اس طرح دیکھا اور جواب یہ پایا تو سب گھر سے نکل بھاگے۔ کفار نے یہ دیکھا کہ ان کا یہ داؤ بھی چل نہ سکا تو وہ خاموش نہیں ہوئے بلکہ انھوں نے پاؤں کے نشانوں سے پتہ چلانے کی کوشش کی چنانچہ ان نشانوں کے ذریعہ وہ غار ثور تک پہنچ گئے اور یہاں آکر رک گئے۔ کیونکہ اسکے آگے پاؤں کے نشان نہیں تھے۔ جس غار میں حضور چھپے ہوئے تھے خدا کے حکم سے رات ہی کو مکڑی نے اس کے منہ پر جالہ تان دیا تھا اور کبوتر نے انڈے دیدیے تھے اس لئے غار میں حضور کے جانیکا شبہ نہیں ہوسکتا تھا اس لئے کافر وہاں سے ناکام واپس ہوگئے۔ حضور نے شب دوم ربیع الاول کو مکان چھوڑا صبح کے قریب غار ثور پہنچے ۴۔ ربیع الاول تک غار میں رہے۔ حضرت علی غار میں نہایت احتیاط سے کھانا پہنچاتے رہے۔ ۵۔ ربیع الاول کی صبح کو مدینہ روانہ ہوئے اور ۱۲۔ ربیع الاول کو مدینہ پہنچے۔ یہ تھی حضور کی ہجرت۔

۲۴۔ مدینہ میں حضور کی آؤبھگت

حضور کے آنے کی خبر پہلے ہی پہنچ چکی تھی۔ جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ آپ مکہ چھوڑ چکے ہیں تو اہل مدینہ ہر روز صبح سے شام تک

آپ کا انتظار کرتے راستہ میں بیٹھے رہتے ایک دن ابھی یہ لوگ انتظار کر کے واپس ہو رہے تھے کہ حضور پہنچ گئے۔ ایک شخص نے آپ کو دیکھ لیا اور پکار کر کہا کہ حضور آ گئے۔ اہل مدینہ خوشی سے اللہ اکبر کی آوازیں بلند کرنے لگے۔ اور آپ کے چاہنے والے آپ کے گرد جمع ہو گئے۔

حضور یکدم مدینہ میں داخل نہیں ہوئے بلکہ آپ حضرت علی کے انتظار میں مدینہ سے تین میل دور قبا کے مقام پر ٹھہرے رہے اور تقریباً دو ہفتہ اسی مقام پر رہے۔ اسی زمانہ میں حضور اپنے اصحاب کو ساتھ لیکر ایک مسجد بنائی۔ اسی مقام پر حضرت علی مکہ سے گھر والوں کو لیکر پہنچے۔ اب حضور ایک اونٹنی پر سوار ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے آپکے ساتھ انصار یعنی مدینہ کے رہنے والے اور مہاجر یعنی وہ لوگ جو مکہ سے ہجرت کر کے آئے تھے سب روانہ ہوئے۔ جس وقت آپ مدینہ میں داخل ہوئے تو اہل مدینہ آپ کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ ہر شخص خوش تھا عورت۔ مرد۔ جوان۔ بچے۔ بوڑھے۔ آپ کو دیکھنے کے لئے ٹوٹ پڑے۔ گلی گلی میں چہل پہل تھی۔ انصار کی چھوٹی چھوٹی بچیاں دف بجا کر اس قسم کے گیت گا رہی تھیں کہ جنوب کے پہاڑوں سے چودہویں رات کا چاند نکل آیا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اپنے ساتھ اچھا دین لایا ہے۔

مدینہ میں ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ حضور کو اپنے پاس ٹھیرائے اور حضور کسی کا دل توڑنا نہیں چاہتے تھے۔ اس لئے آپ نے کہا کہ جہاں میری اونٹنی رک جائے وہیں میں اتر جاؤں گا۔ اونٹنی ایک گھر کے قریب پہنچکر بیٹھ گئی یہ گھر ابوایوب انصاری کا تھا حضور انہی کے مکان میں ٹھیر گئے اور سات مہینے تک ان کے مہمان رہے۔

۲۴۔ مسجد نبوی

جب حضور مدینہ پہنچ گئے تو سب سے پہلے ایک مسجد بنائی جس جگہ پہلے اونٹنی رکی تھی وہاں کی زمین آپ نے خرید لی اور وہاں ایک مسجد بنوائی جسکو مسجد نبوی کہتے ہیں۔ مسجد کے ساتھ ایک چھوٹا سا کمرہ تیار کیا گیا تاکہ حضور اس میں رہ سکیں۔ جیسے جیسے آپکا کنبہ بڑھتا گیا اور کمرے بنائے گئے ان سب کے دروازے مسجد کے صحن کی طرف تھے۔ مسجد کے ایک کونہ میں ایک چبوترہ بھی تیار کیا گیا اور اس پر چھت بھی ڈالی گئی۔ یہ ان مہاجرین کے لئے تھا جن کے کوئی گھر بار نہ تھا اور نہ کوئی روزی کمانے کا ذریعہ تھا یہ مسلمان دن بھر حضور کی خدمت میں رہتے قرآن پڑھتے اور اپنا سارا وقت خدا کی عبادت میں گزارتے تھے اور دوسرے صحابہ ان کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ ان صحابہ کو اصحاب صفہ کہتے ہیں یہ حضور

کی پیروی میں اکثر اصحاب اپنے مکان مسجد کے اطراف بنوائے اور ان کے دروازوں کو مسجد میں رکھا۔ مگر خدا کا حکم آیا کہ رسول اکرم اور حضرت علی کے دروازوں کے سوائے باقی تمام کے دروازے بند کر دئے جائیں تو حضور نے سبکو حکم کی تعمیل کرنے کے لئے کہا اور سب کے دروازے بند کر دئے گئے۔ اصحاب کے معروضہ پر حضور نے فرمایا کہ سوائے میرے اور علی کے کسی اور کو اجازت نہیں کہ مسجد میں اپنا دروازہ رکھے (ازالتہ الخلفا جلد ۲ صفحہ ۲۶۲)

۲۵۔ انصار اور مہاجرین کا بھائی چارہ

مکہ سے جو مسلمان ہجرت کر کے مدینہ آئے تھے انکو مہاجر کہتے ہیں اور مدینہ والوں کو انصار کہتے ہیں۔ جتنے بھی مسلمان مکہ سے ہجرت کر کے آئے تھے اپنا گھر بار اور رشتہ دار چھوڑ کر آئے تھے وہ صرف اپنی جان لیکر آئے تھے۔ مدینہ میں انکے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ یہاں انکو ہر چیز کی ضرورت تھی۔ ان کی صحت بھی خراب ہونے لگی کیونکہ مدینہ کی آب و ہوا انکو راس نہیں آئی مگر انصار کا سلوک انکے ساتھ ایسا اچھا تھا کہ شاید سگے بھائی نہ کرتے۔ حضور نے مہاجرین کو تسلی دی اور انکا غم دور کرنیکے لئے انصار کو جمع کیا اور کہا کہ یہ مہاجرین تمہارے بھائی ہیں اور تمہارے بغیر انکا

کام نہیں چل سکتا اسوقت تمام انصار نے حضور سے عرض کیا کہ وہ مہاجرین کی ہر خدمت کو تیار ہیں حضور اس سے بہت خوش ہوئے اور انصار سے فرمایا کہ دینداری اسی کو کہتے ہیں۔ اسکے بعد حضور نے ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصاری کا بھائی بنا دیا جب یہ سب کچھ ہو چکا تو صرف حضرت علی باقی رہ گئے۔ حضور نے حضرت علی کو قریب بلایا اور فرمایا انت اخی فی الدنیا والآخرہ یعنی یا علی اس دنیا میں اور آخرت میں تم میرے بھائی ہو۔ علامہ شبلی لکھتے ہیں کہ حضور نے یہ بھائی چارہ ہر ایک کی طبیعت کے لحاظ سے کیا تھا۔ چونکہ نبی کی طبیعت اور امام کی طبیعت ایک جیسی تھی اس لئے ہر مرتبہ اپنے بھائی حضرت علی کو منتخب فرمایا۔

اس بھائی چارہ کے بعد انصار و مہاجر اس طرح گھل مل گئے جیسے کہ وہ ایک دوسرے کے سگے بھائی ہیں یہ رشتہ اس قدر مضبوط ہو گیا کہ مہاجرین انصار کے مال و دولت میں برابر کے شریک ہو گئے۔ انصار نے اپنے مہاجر بھائیوں کیلئے یہاں تک کیا کہ اگر ان کی دو بیویاں تھیں تو ان میں سے ایک کو طلاق دیکر اپنے مہاجر بھائی کے نکاح میں دیدیا اس اچھے اور نیک سلوک کی وجہ سے مہاجرین اپنے وطن کو بھول گئے۔

۲۶۔ حضور کا مدینہ میں امن قائم کرنا

مدینہ میں بت پرست بھی تھے یہودی بھی تھے اور بہت کم عیسائی تھے یہ سب کے سب مسلمانوں کے دشمن تھے۔ حضور ان دشمنوں کی شرارت سے بچنے کے لئے کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہتے تھے جس کی وجہ سے مدینہ میں امن قائم رہے اور مسلمانوں کو مکہ کی طرح مصیبتوں کا سامنا نہ کرنا پڑے حضور نے اس غرض کے لئے ایک معاہدہ تیار کیا۔ وہ معاہدہ یہ تھا کہ مسلم اور غیر مسلم جو مدینہ میں آباد ہیں مل جل کر رہیں گے۔ مدینہ والوں سے جو جنگ کرے سب قبیلے مل کر دشمن کا مقابلہ کریں گے۔ مسلمان یہودی وغیرہ آپس میں ایک دوسرے کو نقصان نہیں پہنچائینگے مدینہ کے تمام قبیلوں نے اس معاہدے پر دستخط کر دئے۔

اس کے بعد حضور نے اطراف کے قبیلوں کو بھی اس معاہدہ میں شامل کر لیا اس سے مسلمانوں کو دو فائدے ہوئے ایک یہ کہ آئے دن اکثر قبیلوں میں جنگیں ہوتی تھیں وہ بند ہو گئیں دوسرے اہل قریش کچھ عرصہ کے لئے دوسرے قبیلوں کو ابھار نہ سکے اس طرح حضور نے مدینہ میں شروع ہی سے امن قائم کرنے کی کوشش کی اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ تلوار کے زور سے دنیا میں

اسلام پھیلانے نہیں آئے تھے بلکہ دنیا میں امن قائم کر کے اللہ کے دین کو قائم کرنے تشریف لائے تھے۔

۲۷۔ کفار قریش کی شرارتیں

جب کافروں نے یہ دیکھا کہ وہ حبشہ میں مسلمانوں کو نقصان نہ پہنچا سکے اور ادھر مسلمان مکہ چھوڑ کر مدینہ میں آباد ہو گئے تو انکے دلوں میں دشمنی کی آگ اور بھی بھڑک اٹھی اب ان کافروں نے مدینہ کے بت پرستوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانا شروع کیا مگر حضور نے مدینہ کے کافروں کو سمجھایا کہ اصل میں اہل مکہ تم سے چال چل رہے ہیں جسکی وجہ سے تم نقصان اٹھاؤ گے۔ اگر تم نے مسلمانوں سے جنگ کی تو گویا اپنے بھائیوں سے جنگ کرو گے جو مسلمان ہو چکے ہیں۔ اور اہل قریش سے جنگ کرو گے تو غیروں سے جنگ ہو گی۔ کفار مدینہ کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی اور وہ اپنے ارادہ سے باز آئے۔

کفار مکہ و قریش نے جب یہ دیکھا کہ یہاں بھی وہ کامیاب نہ ہو سکے تو انہوں نے اندر ہی مدینہ کے یہودیوں سے سازباز شروع کر دی اور درازیں ان کو ملالیا جب یہ طے ہو چکا تو کافروں نے مسلمانوں کے پاس کہلوایا کہ وہ اس بات پر

غرور نہ کریں کہ وہ مکہ سے بچ کر نکل گئے اب بہت جلد وہ مدینہ پہنچکر ان کا خاتمہ کر دینگے اور اسکے بعد ہی انھوں نے مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ ایک دو مرتبہ انھوں نے چھاپہ مارنا چاہا مگر ان کی چل نہ سکی البتہ ایک مرتبہ انھوں نے مسلمانوں کے بہت سارے اونٹ چرا ئے۔

۲۸۔ جنگ بدر

ہجرت کے دوسرے سال ابو جہل نے مکے میں یہ خبر اڑادی کہ مکہ والوں کا قافلہ جو شام سے واپس آرہا ہے اسکو مسلمان لوٹنے کیلئے راستہ میں بیٹھے ہیں یہ سنکر اہل مکہ آگ بگولہ ہو گئے اور فوراً ایک ہزار فوج لیکر مدینہ پر حملہ کرنیکے لئے روانہ ہو گئے۔ ادھر حضور مسلمانوں سے مشورہ کر کے دشمنوں سے مقابلہ کرنیکے لئے تیار ہو گئے۔ اس وقت تک مسلمانوں کو جنگ کرنیکی اجازت نہ تھی۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ اسلام کو جنگ سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے لفظ اسلام کے معنی امن اور اطاعت کے ہیں۔ ایک ایسا مذہب جو دنیا میں امن قائم کرنے اور خدا کی اطاعت سکھانے آیا ہو اسکے ماننے والوں کا جنگ سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا اور یہی وجہ تھی کہ مسلمان اپنا گھر بار اور سب کچھ چھوڑ کر حبشہ چلے گئے

اور کچھ مدینہ میں آباد ہو گئے تاکہ انکے مذہب کی وجہ سے کوئی جھگڑا کھڑا نہ ہو مگر اب وقت ایسا آگیا تھا کہ اگر مسلمان خاموش ہو جاتے تو نہ صرف خود کٹ جاتے بلکہ توحید یعنی اللہ کے ایک ہونے کی تعلیم اور اسلام ہمیشہ کیلئے ختم ہو جاتے اسلئے وہ مسلمان جو ظلم کے باوجود اتنک صبر کرتے آئے تھے خدا کے حکم سے کافروں کا حملہ روکنے اور جنگ کرنے کیلئے تیار ہو گئے۔ مسلمانوں میں صرف تین سو تیرہ آدمی ایسے تھے جو دشمن کا مقابلہ کر سکتے تھے۔ حضور یہ چھوٹا سا لشکر لیکر مدینہ سے کچھ فاصلہ پر بدر کے مقام پر کافروں کے مقابلہ پر آئے۔

مکہ کے کافر جب بدر پر پہنچے تو انکو معلوم ہوا کہ ابو جہل کی اڑائی ہوئی خبر غلط ہے تو وہ واپس ہو جانا چاہتے تھے کہ ابو جہل نے پھر انہیں بھڑکایا اور مسلمانوں سے جنگ کرنے کیلئے تیار کیا مسلمان جانتے تھے کہ کافروں کا لشکر بہت بڑا ہے مگر انہیں اپنے خدا پر بھروسہ تھا۔ جمعہ کے دن ۱۷۔ رمضان سنہ ۲ھ کو جنگ شروع ہوئی سب سے پہلے کفار کا ایک سردار عتبہ۔ اسکا بھائی شیبہ اور اسکا بیٹا ولید میدان میں آئے۔ حضور نے انکے مقابلہ میں حمزہ، عبیدہ اور حضرت علیؓ کو بھیجا۔ کافروں کے تینوں آدمی ان تینوں مجاہدین کے ہاتھ مارے گئے اس کے بعد عام جنگ شروع ہو گئی مجاہدین اسلام نے

کفار کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ کفار کی فوج میں گڑبڑ مچ گئی ادھر حضرت علی نے ۳۲ کافروں کو اکیلے اپنے ہاتھ سے قتل کیا اور دوسرے ۳۴ عبیدہ حمزہ اور دوسرے مسلمانوں کے ہاتھ سے مارے گئے جسکی وجہ سے وہ ادھر ادھر بھاگنے لگے اور انکے کئی سردار مارے گئے اس دوران میں ایک آندھی آئی اور بھگدڑ مچی اور بہت سارے کافر مارے گئے خود کفار نے جنگ کے بعد بیان کیا کہ جسوقت جنگ ہوئی ہر ایک کافر کی نظر میں حضرت علی کی تلوار چمکتی ہوئی نظر آتی تھی۔ غرض اس جنگ میں مسلمان کامیاب رہے۔ مسلمانوں نے ۷۰ کافروں کو قید کیا جن سے جرمانہ لیکر چھوڑا گیا۔

۲۹۔ جناب فاطمہ زہراؑ کی شادی

حضور کی اکلوتی بیٹی جناب فاطمہ زہرا حضرت خدیجہ کے بطن سے پیدا ہوئیں تھیں حضور اپنی بیٹی کو بہت چاہتے تھے جب آپکی عمر شادی کی ہوئی تو بہت سے انصار اور مہاجروں نے حضور سے آپکی شادی کی درخواست کی سب سے پہلے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے اس شہزادی کیلئے پیغام بھیجا۔ حضور اس سے ناراض ہوئے اور ان کی طرف سے منہ پھیر لیا (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۱۳) غرض حضور نے اپنی بیٹی کے سارے شادی کے درخواستوں کو یہ کہکر نامنظور کر دیا کہ جناب سیدہ کی

شادی کا اختیار صرف اللہ ہی کو ہے ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۸۰ پر لکھا ہے کہ حضور نے حضرت علی سے خود فرمایا کہ یا علی اللہ کا حکم ہے کہ تمہاری شادی فاطمہؑ سے کر دوں۔ چنانچہ آپ نے اپنے چچازاد بھائی اپنے وصی خلیفہ اور جانشین کے ساتھ جناب فاطمہ زہرا کا نکاح کر دیا۔ مہر بہت ہی کم مقرر فرمایا۔ جسکو حضرت علی نے زرہ بیچ کر فوراً ادا کر دیا۔ شادی نہایت سادگی سے ہوئی۔ اور جہیز بھی بہت کم تھا۔

۳۔ مسلمانوں کا قبلہ کعبہ قرار پایا

بیت المقدس فلسطین میں ہے جہاں اللہ کے بہت سے نبی انسانوں کو صحیح راستہ بتانے کیلئے آئے۔ مسلمان ایک عرصہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے تھے۔ ۲۔ شعبان ۲ھ میں بیت المقدس کی طرف سے قبلہ کا رخ کعبہ کی طرف کر دیا گیا (سورہ بقر شروع پارہ ۲) چونکہ قبلہ کا رخ حالت نماز میں بدلا گیا اس لئے حضور کا ساتھ صرف حضرت علی نے دیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضور کا یہ کام خدا کے حکم سے ہے۔ چنانچہ حضرت علی فخر کے ساتھ یہ کہتے تھے انا مصلی ذوالقبلتین "یعنی میں وہ ہوں جس نے ایک وقت کی نماز دو قبلوں کی طرف منہ کر کے

ادا کی ہے۔

اسی سال ماہ شعبان میں رمضان کے روزے فرض کئے گئے اور فطرے اور عید الفطر کے احکام آئے۔

۳۱۔ جناب امام حسنؑ کی پیدائش

رمضان کی ۱۵ تاریخ ۳ھ کو حضرت علیؑ کے بڑے فرزند جناب فاطمہ زہراؑ کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے۔ حضور اس بچہ کی پیدائش کا حال سنکر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ یہ بچہ میرے قدم بہ قدم چلے گا۔ اس کے اخلاق میرے ہی اخلاق جیسے ہوں گے آپ نے اس بچہ کا نام حسنؑ رکھا۔

۳۲۔ جنگ احد

جنگ بدر کے بعد کفار قریش پہلے سے زیادہ مسلمانوں کی جان کے دشمن ہو گئے اور بدلہ لینے کی تیاریاں کرنے لگے جب انہوں نے بدر کے لشکر سے تگنا چوگنا لشکر جمع کر لیا تو بہت سے ہتیار لیکر مدینہ کے قریب احد کی پہاڑیوں کے دامن میں آکر ٹھیرے ادھر حضور نے صحابہ سے مشورہ کیا اور صرف ۷۰۰ کی فوج لیکر دشمن کے مقابلہ میں مدینہ سے نکل آئے۔ دشمن کی فوج کم از کم تین ہزار تھی۔ مسلمانوں کا لشکر جہاں ٹھیرا ہوا تھا

اس کے پیچھے ایک بڑا میدان تھا۔ اور وہیں ایک چھوٹی سی پہاڑی تھی۔ جسکے بیچ میں سے ایک چھوٹا سا راستہ تھا۔ لڑائی شروع ہونے سے پہلے حضور نے پچاس آدمی اس پہاڑی راستہ میں مقرر کر دیے تھے اور تاکید کی تھی کہ ہار ہو یا جیت وہاں سے نہ ہٹیں۔ کیونکہ پہاڑی ہونیکی وجہ سے اس بات کا ڈر تھا کہ دشمن پیچھے سے حملہ کر دے۔

اس جنگ میں قریش کی فوج کا سردار ابو سفیان تھا اور اسکی بیوی ہندہ بھی اسکے ساتھ تھی جنگ بدر میں حضرت حمزہ نے ابو سفیان کے باپ کو قتل کیا تھا اس لئے ہندہ حضرت حمزہ کے خون کی پیاسی تھی۔ جب جنگ شروع ہوئی تو حضرت علی اور حضرت حمزہ نے بڑھ بڑھ کر ایسی تلوار چلائی کہ کفار کے خون سے زمین لال ہو گئی حضرت علی کی تلوار اس جنگ میں بجلی کی طرح چمک رہی تھی۔ ہندہ نے جو ابو سفیان کی بیوی اور معاویہ کی ماں تھی اپنے ایک غلام کو حمزہ کی تاک میں لگا رکھا تھا۔ موقع پاکر اس غلام نے حضرت حمزہ کو پیچھے سے نیزہ مار دیا۔ حضرت حمزہ گھوڑے سے گر کر شہید ہو گئے ہندہ دیوانہ وار آپ کی لاش پر ٹوٹ پڑی اور حضرت حمزہ کی لاش کے ساتھ ایسی بے حرمتی کی کہ دنیا کی کسی عورت نے شاید ایسا نہ کیا ہو گا۔ اس نے آپ کا سینہ پھاڑ ڈالا اور کلیجہ

نکال کر چبا گئی اس نے آپکی ناک اور کان کاٹ کر انکا ہار بنایا اور گلے میں ڈال کر ناچنے لگی۔

حضرت حمزہ کی شہادت کے بعد حضرت علی نے اپنی پوری قوت کے کیساتھ حملہ کر دیا اور دوسرے صحابہ نے بھی ڈٹ کر مقابلہ کیا اب دشمن کے پیر اکھڑ گئے اور قریب تھا کہ دشمن بھاگ جائے مگر ایسے وقت میں وہ مسلمان جنکو حضور نے پہاڑ کے درمیانی راستہ کی حفاظت کیلئے مقرر کیا تھا لالچ میں آ گئے اور لوٹ مار میں لگ گئے۔ کافروں کی فوج کے سردار خالد بن ولید نے پہاڑی راستہ خالی دیکھ کر مسلمانوں پر پیچھے سے حملہ کر دیا اب مسلمانوں کے لشکر میں گڑبڑ ہونے لگی۔ اس ہنگامہ میں ابن سرقہ نامی ایک شخص خبر اڑا دیا کہ محمد قتل ہو گئے۔ بہت سارے کمزور دل مسلمان یہ خبر سن کر حضور کو اکیلا چھوڑ کر بھاگ گئے جن میں بڑے بڑے صحابہ بھی تھے چنانچہ تاریخ خمیس جلد ا صفحہ ۴۸۵۔ کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۲۷۵ میں لکھا ہے کہ جب کبھی جنگ احد کا ذکر ہوتا حضرت ابوبکر رو دیتے اور کہتے کہ جنگ احد میں وہ بھی بھاگ گئے تھے البتہ سب سے پہلے پلٹ آئے اور طبری جلد ۴ صفحہ ۹۰۔ کنز العمال جلد ا صفحہ ۲۳۸ میں لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق فرمایا کرتے تھے کہ جنگ احد میں ہم بھاگ

گئے تھے اور میں پہاڑ پر چڑھ گیا تھا وہاں میں پہاڑی بکری کی طرح اچکتا پھرتا تھا۔ دشمنوں نے حضور کے منہ کو زخمی کر دیا اور دو دانت شہید کر دیئے خالد ابن ولید اور اسکے چند ساتھیوں نے حضور کو گھیر لیا تیر اور پتھر مارے قریب تھا کہ حضور شہید ہو جائیں حضرت علی وہاں حضور کو تلاش کرتے ہوئے پہنچے۔ واقعہ یہ تھا کہ حضرت علی دشمنوں سے لڑتے ہوئے بہت دور نکل گئے تھے۔ آپ نے پلٹ کر دیکھا تو حضور دشمنوں میں گھرے ہوئے تھے۔ آپ جنگ کرتے ہوئے بہت جلد حضور کے پاس پہنچ گئے اور دم کے دم میں دشمنوں کو مار بھگایا۔ اس موقع پر زخمی ہونیکے باوجود ایسی تلوار چلائی کہ دشمن کے چھکے چھوٹ گئے (سیرۃ النبی جلد ا صفحہ ۲۷۰) اسی جنگ میں حضور نے حضرت علی کو ذوالفقار دی حضرت علی کی تلوار کی کاٹ کا دشمن پر ایسا رعب بیٹھا کہ وہ پیچھے ہٹ گئے غرض حضرت علی نے حضور کو اس مقام سے نکالا اور ایک پہاڑی پر لے گئے اتنے میں حضور کے شہید ہونیکی خبر سنکر جناب فاطمہ زہرا پریشان ہو کر میدان جنگ میں چلی آئیں اور حضرت علی کے ساتھ حضور کے زخم دھوئے۔ حضور کی حفاظت کا انتظام کیا۔ اس جنگ میں مسلمانوں نے بڑی بے ہمتی سے کام لیا۔ صرف حضرت علی

نے ہتھیلی پر سر رکھ کر دشمن کا مقابلہ کیا اور انکو مار بھگا یا دشمن تو ہار کر لوٹے مگر بہت سے مسلمان بھی شہید ہوئے۔ اس جنگ میں ۲۸ کفار صرف حضرت علی کے ہاتھ سے قتل ہوئے ان میں ۱۷ علمدار لشکر ابو سفیان تھے۔

جنگ کے بعد جب حضور واپس ہوئے تو مدینہ میں گھر گھر سے رونے کی آواز آرہی تھی تو اس وقت حضور نے افسوس کیسا تھ کہا کہ میرے چچا حضرت حمزہ پر کوئی رونے والا بھی نہیں ہے۔ حضور سے یہ سنکر انصار کے دلوں پر چوٹ لگی انہوں نے اپنی عورتوں سے کہا کہ اپنے مُردوں کو بعد رونا پہلے حضور کے چچا حمزہ پر نوحہ کرو چنانچہ ایسا ہی ہوا حضور نے اس کے لئے انصار کا شکریہ ادا کیا (سیرت النبی ج ۱ ص ۳۸۲)

۴۳۔ حضرت امام حسینؑ کی پیدائش

۳ شعبان سنہ ۴ھ کو حضرت علیؑ کے دوسرے صاحبزادے پیدا ہوئے جب حضور کو بچہ کی پیدائش کا حال معلوم ہوا تو اپنی بیٹی کے گھر آئے اور بچہ کو دیکھکر بہت خوش ہوئے اور سینہ سے لگایا زبان چسائی بچہ کا نام حسین رکھا اور فرمایا یہ بچہ میرے دین کو بچانے میں اپنی جان اور مال سب کچھ لٹا دیگا۔ اس بچہ کی وجہ سے میرا دین قیامت تک زندہ رہے گا۔ اپنے بچہ کے مارے جانیکی خبر سنکر جناب

فاطمہ زہرا رونے لگیں۔ مگر یہ معلوم کر کے کہ نواسہ نانا کے دین کو بچائے گا خوش ہو گئیں۔

۳۷ جنگ خندق

اہل قریش مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی قوت کو دیکھ کر جلنے لگے اب انھوں نے مدینہ کے یہودیوں کو بھڑکانا شروع کیا۔ یہودیوں کا ایک قبیلہ جسکو بنی نضیر کہتے ہیں کافروں کے کہنے میں آگیا اور اپنے کئے ہوئے وعدہ کے خلاف حضور کی جان کا دشمن ہو گیا۔ مگر مسلمانوں نے انکو نیچا دکھایا۔ اور مدینہ سے نکالدیا۔ اب یہ یہودی دوسرے یہودیوں سے مل گئے اور اپنے ساتھ قریش کے کافروں اور عرب کے قبیلوں کو شریک کر لیا۔ یہ سب یہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں پر حملہ کر کے اسلام کو ختم کر دیں۔ ۵ھ میں انکا ایک بہت بڑا لشکر حملہ کرنے مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس جنگ کو جنگ احزاب بھی کہتے ہیں یعنی قبیلوں کے جمع ہو کر لڑنے کی جنگ اسلئے کہ قریش نے عرب کے کئی قبیلوں کو لڑائی کیلئے آمادہ کیا تھا۔

حضور کو جب اسکی خبر ہوئی تو آپ نے پہلے اندرونی حالات کو درست کرنے کی طرف توجہ دی کیونکہ بنی قریظہ کا ایک یہودی بنی نضیر کی حمایت میں مدینہ کے امن میں خرابی پیدا کرنیکی کوشش

کر رہا تھا۔ حضور اس فتنہ کو ختم کرنا چاہتے تھے۔ درمنثور جلد ۵ صفحہ ۱۸۵
پر لکھا ہے کہ اس غرض سے حضور نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو
انکے پاس جانیکو کہا تو انہوں نے انکار کر دیا۔ تو آپ نے حذیفہ
کو روانہ کیا اس کے بعد اپنے خاص صحابی سلمان فارسی کی رائے
سے اپنے لشکر کے اطراف خندق کھدوائی تاکہ دشمن یکدم حملہ نہ کر سکے۔

کفار کی فوج اس خندق کے اطراف رک گئی اور ایک مہینہ
تک اپنا پڑاؤ ڈالے رکھا۔ حضور نے اپنے لشکر کو چند حصوں میں تقسیم
کر کے خندق کی نگرانی انکے سپرد فرمائی اور حکم دیا کہ اگر خندق کے
کسی حصہ میں دشمن کی فوج داخل ہو جائے تو فوراً فوج اسکا
مقابلہ کرے اور باقی لشکر اس کی مدد کرے۔ کافروں کا لشکر حملہ
کرنیکی کئی بار کوشش کیا مگر اسکو ناکامی ہوئی۔ اس کے باوجود ایک
دن حملہ کر دیا ان کے تین بہادر سردار خندق پھلانگ کر اندر
داخل ہو گئے۔ ان میں سب سے زیادہ بہادر عمر ابن عبدود تھا یہ
اکیلا ایک ہزار سواروں کا مقابلہ کرتا تھا اور اونٹ کے بچہ کو
ایک ہاتھ میں اٹھا کر سپر کا کام لیتا تھا۔ اس نے مسلمانوں کو مقابلہ
کے لئے پکارا تو لوگ ایک دوسرے کی صورت دیکھتے اور منہ
نیچے کر لیتے۔ حضرت علی اس کے مقابلہ کیلئے اٹھے تو حضور نے روکا

عمر ابن عبد ود نے پھر للکارا مگر کوئی مسلمان نہ اٹھا۔ جناب علی اس مرتبہ پھر مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے تو حضور نے منع فرمایا۔ اس کے بعد تیسری مرتبہ اس نے آواز دی کوئی بھی مقابلہ کو نہ نکلا اس مرتبہ بھی حضرت علی ہی کھڑے ہو گئے تو حضور نے آپ کو مقابلہ کی اجازت دیدی اور اپنے ہاتھ سے عمامہ باندھا اور اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کرنے لگے پروردگار عبیدہ کو بدر میں اور حمزہ کو احد میں کھو چکا ہوں اب میرے پاس صرف علی رہ گئے ہیں ایسا نہ ہو کہ ان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھوں جب حضرت علی مقابلہ کے لئے آگے بڑھے تو حضور نے فرمایا کہ آج پورا ایمان پورے کفر کے مقابلہ میں جا رہا ہے (حیواۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۲۳۸۔ سیرۃ محمدیہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۲) حضرت علی عمر ابن عبدود کے مقابلہ میں ڈٹ گئے اور نہایت بہادری سے لڑے اور بہت جلد اس کو گرایا اور اس کا سر کاٹ کر حضور کے قدموں میں ڈالدیا حضور بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ آج کے دن خندق کی جنگ میں علی کی تلوار کا ایک وار قیامت تک فرشتوں اور انسانوں کی عبادت سے بہتر ہے۔ معارج النبوہ اور روضتہ الصفا میں لکھا ہے کہ جب حضرت علی عمر ابن عبدود پر فتح پا کر واپس ہوئے تو حضرت ابوبکر و عمر اتنے خوش ہوئے کہ حضرت علی کی پیشانی کو بوسہ دیا۔

غرض اس پہلوان کے مارے جاتے ہی دشمنوں کی ہمت ٹوٹ
گئی اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگے۔ مسلمان احد کی طرح کامیابی پر جتنا
فخر کریں بیجا ہے کیونکہ احد کی طرح خندق کی فتح بھی علی کے ہاتھ پر ہوئی

۴۵۔ جناب زینب کی پیدائش

پہلی شعبان ۵ھ کو جناب فاطمہ زہرا کے بطن طاہر سے ایک لڑکی
پیدا ہوئی اس وقت امام حسن بہت چھوٹے تھے آپ نے اپنی بہن کے پیدا
ہونیکی خبر اپنے باپ حضرت علی کو دی یہ خبر سنکر آپکی آنکھوں سے آنسو
نکل آئے تو صاحبزادے نے سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ
بیٹا میرے رونے کا سبب تم پر آگے چل کر ظاہر ہوگا۔ جب
سلمان فارسی نے حضور کو بچی کے پیدا ہونے کی خبر دی تو آپ بھی
رونے لگے اور فرمایا اے سلمان مجھے ابھی جبرئیل خبر دے گئے
ہیں کہ یہ بچی اپنی زندگی میں بیحد رنج و مصیبت اٹھائے گی۔ اسکے
بعد حضور جناب سیدہ کے گھر آئے بچی کو گود میں لیا سینہ سے لگایا
اس وقت بھی آپ کے آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے حضور
نے اس صاحبزادی کی آنکھوں کو پیار کیا بازوؤں کو بوسہ دیا۔
اور زینب نام رکھا۔ حضور نے اس موقع پر فرمایا کہ یہ میری
وصیت ہے اس بچی کی پرورش اچھی طرح کی جائے کیونکہ

یہ اپنی نانی خدیجہ کے شکل ہے۔ غرض اس بچی کے پیدائش کے وقت نانا۔ ماں۔ باپ اور بھائیوں نے غم کیا اسلئے کہ اس شہزادی کی زندگی کا حال ان بزرگوار کو معلوم تھا۔ اس شہزادی کو خاتون جنت نے خود دودھ پلایا اور ابتدائی تعلیم و تربیت حضور کے ہاتھ تھی۔ امام حسنؑ اور امام حسینؑ شہزادی کو بہلانے میں ماں کا ہاتھ بٹاتے تھے اور حضرت علیؑ کی محبت بھری نظریں اس شہزادی کو خوش رکھتیں تھیں پنجتن پاک کے سایہ میں جناب زینب اس طرح دن گزارتی رہیں ابھی آپ کی عمر پانچ سال کی تھی کہ یکایک چاہنے والے نانا دنیا سے اٹھ گئے۔

۲۶۔ صلح حدیبیہ

مسلمانوں کو ہجرت کئے ہوئے چھ سال گزر گئے تو ان کے دل میں کعبہ کی زیارت کا شوق پیدا ہوا اور یوں بھی انکو اپنے وطن کی یاد بہت ستا رہی تھی۔ حضور ذیقعدہ کے مہینے میں حج کے ارادہ سے بارہ سو مسلمانوں کو ساتھ لیکر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ کافروں کو جب اسکی خبر ہوئی تو حضور کو راستہ ہی میں روکا آپ ایک کنویں پر جسکا نام حدیبیہ تھا رک گئے اور کافروں سے فرمایا میں تم سے جنگ کرنے نہیں آیا ہوں بلکہ حج کے لئے آیا ہوں۔ کافروں نے آپ کو جواب دیا کہ ہم آپ کو شہر میں داخل ہونے نہیں دینگے۔ تو حضور نے مسلمانوں

سے مشورہ کیا اور فرمایا کہ اہل مکہ شرارت پر تلے ہوئے ہیں۔ ادھر مسلمان
بے سروسامان ہیں اور سوال دین کی حفاظت کا ہے۔ اگر سارے
مسلمان دین کے بچانیکے لئے جان و مال کی پرواہ نہ کریں تو پھر
کافروں سے جنگ کرنیکا ارادہ کیا جائے ورنہ خاموشی اختیار کیجائے
اسوقت سارے مسلمانوں نے بڑے جوش کے ساتھ حضور کے
سامنے عہد کیا کہ وہ تمام کے تمام اسلام پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کیلئے
تیار ہیں۔ اس عہد کو بیعت الرضوان کہتے ہیں اور جو لوگ اس میں شریک
تھے ان کو اصحاب سمرہ کہتے ہیں۔

کافروں کو مسلمانوں کی ہر بات کی اطلاع مل رہی تھی ان کو
اس بیعت کا حال بھی معلوم ہوا کہ تمام مسلمان مرنے مارنے پر تیار
ہیں تو انکی ہمت ٹوٹ گئی اور صلح کے لئے تیار ہو گئے اور صلح کی
شرطیں پیش کیں۔ صلح کی خاص شرطیں یہ تھیں۔ کافر مسلمانوں سے
دس سال تک جنگ نہیں کریں گے۔ جو قبیلے قریش سے ملنا
چاہیں وہ ان سے مل سکتے ہیں۔ جو قبیلے مسلمانوں سے ملنا چاہیں
تو مل سکتے ہیں۔ اگر قریش کے پاس سے کوئی بھاگ کر آئے اور
مسلمانوں سے مل جائے تو اس کو واپس کیا جائیگا۔ اگر کوئی مسلمان
بھاگ کر قریش سے مل جائے تو اسکو واپس نہیں کیا جائے گا۔

یہ شرطیں بعض صحابہ کو پسند نہ تھیں مگر حضور نے منظور کر لیا۔ تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۱۵ درمنثور جلد ۶ صفحہ ۷۷ پر لکھا ہے کہ اس موقع پر حضرت عمر نے کہا کہ محمدؐ کی نبوت میں جیسا شک مجھے آج ہوا ایسا شک پہلے نہیں ہوا تھا۔ غرض صلح نامہ تیار ہوا جو حضرت علیؑ کے ہاتھ سے لکھا گیا۔ اس صلح نامہ کے آخر میں حضور کے نام کے ساتھ رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ کافروں نے کہا محمد کا رسول ہونا ہی جھگڑے کا سبب بنا لفظ رسول کو نکال دیا جائے۔ حضرت علی نے فرمایا کہ میں محمدؐ کو اللہ کا رسول مانتا اور تصدیق کرتا ہوں۔ حضور نے خود لفظ رسول کاٹ دیا۔ اور اپنے وصی و جانشین حضرت علی سے فرمایا کہ میرے بعد تم پر بھی ایسا ایک واقعہ پیش آئے گا۔

غرض اس صلح نامہ پر دستخط ہو گئے۔ اس صلح کو صلح حدیبیہ کہتے ہیں۔ اس کے بعد حضور حج کئے بغیر واپس ہوئے۔ صلح حدیبیہ کے بعد مسلمان مکہ میں آزادی کے ساتھ آنے جانے لگے اور مکہ کے کافروں سے اسلام کی خوبیاں بیان کرنے لگے۔ مسلمانوں کے اس میل جول سے مکہ کے کافروں کی عادتیں اور اخلاق درست ہونے لگے اور ان کے دل اسلام کی طرف جھکنے لگے۔ اس صلح نامہ کے بعد اہل مکہ کی قوت ایسی ٹوٹی کہ یہ پھر ابھر نہ سکے۔

۳۶- دوسرے ملکوں میں اسلام کا پھیلنا

صلح حدیبیہ کے بعد حضور کو قریش کی طرف سے کچھ چین ملا تو آپ نے دوسرے ملکوں کے حاکموں کو خط لکھ کر اسلام کی دعوت دی۔ روم کا بادشاہ اپنے عیسائی پادریوں کے ڈر سے اسلام قبول نہیں کیا۔ حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے حضرت جعفر طیار کے ہاتھ پر بیعت کی اور مسلمان ہو گیا اسی طرح بحرین کا بادشاہ اور اسکے اکثر لوگ مسلمان ہو گئے۔ مصر کا بادشاہ اسلام تو قبول نہیں کیا البتہ تحفے بھیجے۔ اس کے علاوہ دوسرے ملکوں کے بادشاہوں نے حضور کے خطوط حاصل کئے اور اسی وقت اسلام تو قبول نہیں کیا البتہ اسلام کی خوبیوں سے واقف ہو کر رفتہ رفتہ اسلام قبول کیا۔

۳۷- جنگ خیبر

حضور نے یہودیوں کے چند قبیلوں کو وعدہ کر کے پلٹ جانے اور بدامنی پھیلانے کی وجہ سے مدینہ سے نکال دیا تھا۔ یہ تمام یہودی مدینہ سے دو سو میل دور خیبر کے مقام پہنچ گئے اور مسلمانوں کو ستانا شروع کر دیا اور تھوڑی مدت میں جنگ کرنے کی پوری تیاریاں کر لیں۔ حضور کو جب اسکی خبر ملی تو آپ سولہ سو مسلمانوں کو ساتھ لیکر خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ امید تھی کہ یہودی صلح کر لیں گے۔

مگر وہ جنگ کرنے تیار ہو گئے۔ اب مسلمانوں کو انکا مقابلہ کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا۔ جنگ شروع ہوئی اور مسلمانوں نے یہودیوں کے چھوٹے چھوٹے قلعے فتح کر لئے مگر انکا ایک بڑا اور مضبوط قلعہ جسکو قلعہ قموس کہتے ہیں کسی طرح فتح نہ ہو سکا۔ اس قلعہ میں یہودیوں کا سب سے بڑا پہلوان مرحب تھا۔ مسلمانوں کے سردار اسکے مقابلہ کے لئے فوج لیجاتے اور ناکام واپس آتے۔ شواہد النبوہ کے صفحہ ۸۵ پر لکھا ہے کہ حضور نے قلعہ فتح کرنیکے لئے حضرت عمر کو اور پھر حضرت ابو بکر کو بھیجا مگر یہ حضرات بھی ناکام واپس آئے۔ تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۹۲ پر لکھا ہے کہ اسلامی لشکر کے سپاہی اپنے سپہ سالاروں کو بزدل کہتے تھے اور لشکر کے سردار سپاہیوں کو بزدل کہتے تھے۔ حضور نے ان حالات کو دیکھکر فرمایا کہ کل میں اسلام کا جھنڈا ایسے بہادر کو دونگا جو مرد ہو گا اور جو میدان جنگ سے بھاگنا نہیں جانتا۔ دشمن نے مقابلہ میں اس کی پیٹھ نہیں دیکھی۔ میں اور میرا خدا اس کو دوست رکھتے ہیں اور وہ مجھکو اور میرے خدا کو دوست رکھتا ہے۔ خدا اس کے ہاتھ پر اس قلعہ کو فتح کریگا حضور کی زبانی یہ سنکر ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ اسلام کا جھنڈا کل اسے ملے۔ حضرت عمر فرماتے ہیں مجھے سرداری کی خواہش آج

کے دن سے زیادہ کبھی نہیں ہوئی (تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۹۳ - صحیح امام بخاری - امام احمد بن حنبل - صحیح مسلم اور ترمذی -)

اسی جنگ میں ناد علی کا نزول ہوا اور حضور کو خدا کا حکم ہوا کہ علی کو مدد کے لئے بلائیں اس زمانہ میں حضرت علی کی آنکھیں دکھ رہی تھیں اور آپ جنگ کے قابل نہ تھے حضور جب خیمہ سے صبح کو باہر نکلے تو حضرت علی کو پکارا تو آپ حاضر ہوا کہتے ہوئے آئے درد کی وجہ سے آپکی آنکھیں لال ہو رہی تھیں حضور نے حضرت علی کی آنکھوں میں اپنی زبان لگائی اور وہ اچھی ہو گئیں - حضور نے اسلام کا جھنڈا حضرت علی کو دیدیا اور آپکے حق میں دعا کی اور حضرت علی سے فرمایا کہ یا علی قلعہ فتح کر کے واپس آنا - حضرت علی نے وعدہ کیا اور روانہ ہوئے - قلعہ کے قریب پہنچے اور یہودی مقابلہ میں آئے - لڑائی شروع ہوئی آپ کے سامنے جو بھی آتا مارا جاتا آپ نے حملہ پہ حملہ کیا اور ایک مقام پر پہنچکر جھنڈا گاڑ دیا اس وقت یہودیوں کا سب سے بڑا سردار مرحب اپنی تعریف کرتا ہوا آپ کے مقابلہ میں آیا اس کے جواب میں آپنے فرمایا میں میدان کا شیر ہوں - مرحب نے آپ پر وار کیا - آپ نے اس کے وار سے بچتے ہوئے تلوار کا ایک ایسا وار کیا کہ مرحب

کا کام تمام ہو گیا۔ مرحب کے گرتے ہی یہودیوں کے پیر اکھڑ گئے اور وہ بھاگ کر قلعہ میں بند ہو گئے۔ شیر خدا نے انکا پیچھا کیا اور خندق پھاند کر قلعہ کے دروازہ پر پہنچے۔ اس قلعہ کا دروازہ لوہے کا تھا۔ معارج النبوہ میں لکھا ہے کہ اس دروازہ کا وزن آٹھ سو من تھا اور اسکو بیس آدمی زور لگا کر بند کرتے تھے۔ یہودی اس خیال میں تھے کہ کوئی اس دروازہ کو کھول نہیں سکتا مگر حضرت علی نے ایک ہی جھٹکہ میں اکھاڑ کر اسی دروازہ کو خندق پر رکھدیا اور اسلامی لشکر کے لئے پل بنا کر ساری فوج کو قلعہ میں پہنچا دیا۔ اس طرح دیکھتے ہی دیکھتے قلعہ فتح ہو گیا۔ ہجرت کے بعد سب سے بڑی فتح خیبر میں ہوئی اور یہ بات صحیح ہے کہ خیبر کے فتح ہونے سے مسلمانوں کے ہاتھ بڑی دولت آئی اور وہ مالدار ہو گئے۔ اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ یہ سب کچھ حضرت علی کی بدولت ہوا۔ خیبر کی فتح کے بعد رسول نے حضرت علی کو اپنے سینہ سے لگایا پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ میں اور میرا خدا اور اس کے فرشتے تم سے خوش اور راضی ہیں۔

اس جنگ میں حضرت علی کے ہاتھ سے ۹ سرداران عرب مارے گئے جن میں سب سے مشہور مرحب، عنتر، حارث، مرہ ہیں

معارج النبوہ رکن چہارم صفحہ ۱۶۲ حسین ابن معین الدین میندی اخطب خوارزمی اور علی ہمدانی نے مودۃ القربہ، امام بخاری، امام احمد بن حنبل اور امام حاکم اور بکثرت علما نے لکھا ہے کہ اس جنگ کی فتح کے بعد حضور نے فرمایا کہ یا علی تم مجھ سے ایسے ہو جیسے کہ موسیٰ کیلئے ہارون تھے۔ اس حدیث کو حدیث منزلت کہتے ہیں خیبر کے علاوہ تبوک کے موقع پر بھی حضور نے ہی فرمایا۔

۳۹۔ فدک کا علاقہ

خیبر فتح ہونے کے بعد یہودی دب گئے۔ حضور نے خیبر کے اطراف کے علاقوں میں حضرت علی کو اسلام پھیلانے کے لئے بھیجا۔ آپ جب ایک قریہ میں پہنچے جس کو فدک کہتے ہیں تو وہاں کے یہودیوں نے بغیر لڑے صلح کر لی اور فدک کا علاقہ نذر کے طور پر حضور کو دیدیا اور حضرت علی نے اسکو قبول فرمالیا (تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۹۵) چونکہ فدک کا علاقہ بغیر جنگ کے بطور نذر ملا تھا اس لئے یہ حضور کا خالصہ یعنی ذاتی ملک یا جائداد قرار پایا فدک کے قبضہ میں آتے ہی خدا کا حکم آیا "وات ذالقربیٰ حقہ" یعنی اپنے قرابت داروں کا حق دیدو۔ سورہ الرمہ پارہ ۱۵ رکوع ۳ درمنثور جلد ۴ صفحہ ۱۷۷) اس کے بعد حضور نے اس علاقہ کو جناب

فاطمہ زہرا کے نام لکھ کر دیدیا (روضۃ الصفا جلد ۳ صفحہ ۲۷۰۔ معارج النبوۃ رکن ۴ صفحہ ۲۲۱) اس وقت سے حضور کی وفات تک یہ علاقہ جناب سیدہ کے قبضہ میں رہا اور حضور کے انتقال کے فوراً بعد اس علاقہ پر خلیفہ اول حضرت ابوبکر نے قبضہ کرلیا اور کہا کہ میں نے حضور سے سنا تھا آپ نے فرمایا کہ ہم اللہ کے رسول نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں نہ ورثہ چھوڑتے ہیں۔ حالانکہ یہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ حضور اپنے باپ کی جائداد کے وارث ہوئے تھے اور جب جناب خدیجہ نے انتقال کیا تو ان کا اثاثہ بھی آپ کو ورثہ میں ملا۔

۸ھ فتح مکہ

مکہ کے کافروں نے صلح حدیبیہ کے بعد بھی مسلمانوں کو تنگ کرنا نہیں چھوڑا اور وہ معاہدے کے خلاف کرتے رہے اس معاہدے پر دستخط کئے ہوئے ابھی پورے دو سال بھی نہیں گزرے تھے کہ کفار مکہ دوسرے قبیلوں سے مل کر ایک ایسے قبیلہ کے آدمی کو قتل کر دیا جو حضور کی پناہ میں تھا۔ یہ بات معاہدہ کے خلاف تھی اس لئے حضور نے اہل قریش سے کہلوایا کہ جن لوگوں کو قتل کیا ہے انکا معاوضہ دیں اور ظلم کرنا بند کریں۔ یا کھلے طور پر اعلان کریں کہ صلح نامہ منسوخ ہو گیا ہے۔

کفار قریش نے جواب دیا کہ صلح نامہ حدیبیہ ختم ہو گیا۔ مظلوموں کی مدد کرنے اور ان لوگوں کی حفاظت کرنے جو مسلمانوں کی پناہ میں آ گئے تھے۔ حضور دس ہزار کا لشکر لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے۔ راستہ میں بہت سے قبیلے اور بھی آپ کے ساتھ ہو گئے۔ جب آپ مکہ کے قریب پہنچے تو آپ نے لشکر کو ٹھیر جانے کا حکم دیا۔ کفار قریش کو جب اس کی خبر ہوئی تو وہ بہت گھبرائے خصوصاً ابو سفیان جو حضور کا جانی دشمن تھا۔ کفار قریش کا ایلچی بن کر آیا۔ اس سے پہلے اس نے مدینہ پہنچکر کوشش کی تھی کہ صلح حدیبیہ پر دوبارہ عمل کیا جائے۔ مگر کسی نے اس سے منہ نہیں لگایا۔ اب اس نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر رحم کی درخواست کی اور عرض کیا کہ آپ کو خدا نے ہم پر بڑا بنا کر بھیجا ہے بے شک ہم اب تک غلطی پر تھے۔ آپ ہماری خطاؤں کو معاف کریں۔ حضور نے رحم کیا اور فرمایا کہ میں نے تجھ کو امان دی۔ ابو سفیان حضور کے اس رحم و کرم کو دیکھ کر دنگ ہو گیا۔ حضرت عباس نے اس کو مشورہ دیا کہ مسلمان ہو جائے۔ ابو سفیان فوراً مسلمان ہو گیا۔ حضور نے اس کی پچھلی برائیوں کو بھلا دیا۔

حضور نے دوسرے دن حکم دیا کہ اسلامی لشکر مکہ میں

داخل ہو تو ان باتوں کا خیال رکھے۔

۱۔ جو ہتھیار ڈال دے اور امان مانگے اس کو قتل نہ کریں۔ ۲۔ جو اپنے گھر سے باہر نہ نکلے اس کو نہ ماریں۔ ۳۔ جو بھاگ جائے تو اس کا پیچھا نہ کیا جائے۔ ۴۔ جو خانہ کعبہ میں پناہ لے اس کو چھوڑ دیا جائے۔ ۵۔ زخمی ملے تو اس کو قتل نہ کیا جائے۔ ۶۔ جو گرفتار ہو جائے اس کو قتل نہ کیا جائے۔ ۷۔ ابو سفیان جس کو پناہ دے اس کو بھی قتل نہ کیا جائے۔

حضور کے اس اعلان کے بعد کافروں کے ہوش ٹھیک ہوئے۔ وہ تو یہ خیال کر رہے تھے کہ حضور شہر میں داخل ہوتے ہی قتل عام کا حکم دیدیں گے۔ مگر حضور نے اندیشہ کے خلاف ایسا حکم دے کر نئی زندگی بخشی۔ حضور کا یہ اعلان سنکر بہت سے کافر خانہ کعبہ میں داخل ہو گئے۔ جب مسلمان شہر میں داخل ہوئے تو سوائے ایک راستہ کے جس راستہ سے خالد بن ولید داخل ہوئے تھے کسی اور جگہ جھگڑا نہیں ہوا۔ حضور نے اس جھگڑے پر افسوس فرماتے ہوئے خدا کو گواہ قرار دیکر فرمایا کہ میرا اس جھگڑے سے کوئی تعلق نہیں۔ حضور مکہ میں داخل ہوئے اور سیدھے خانہ کعبہ میں گئے اور سب سے پہلے کعبہ میں جو بت

تھے ان کو وہاں سے نکالا اور جو بڑے بت تھے ان کو توڑنے کے لئے اپنے وصی و جانشین حضرت علی کو اپنے کندھوں پر سوار کیا تو حضرت علی نے ان پتھر کی مورتیوں کو ایک ایک کر کے توڑا جب تمام بت توڑ دئے تو جبرئیل نے آپ کو حضور کے کندھوں سے اتارا (تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۹۲) اس طرح تین سو ساٹھ بت جو خانہ کعبہ میں تھے صاف کر دئیے گئے (عجائب القصص صفحہ ۲۷۸) جب اللہ کے گھر کو اللہ کے ولی نے بتوں سے صاف کر دیا تو حضور نے نماز پڑھی اس وقت تک تمام اہل مکہ خانہ کعبہ میں جمع ہو گئے تھے۔

نماز کے بعد آپ نے اہل قریش سے فرمایا خدا کا شکر ہے کہ اس نے تمام عرب کے قبیلوں پر کامیابی دی اور اسی نے تمہارے غرور کو توڑا۔ دنیا میں انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے۔ اس لئے مٹی کے پتلوں کو غرور نہیں کرنا چاہئیے۔ خدا سے قریب ہے وہ شخص جو سب سے زیادہ نیک ہے حضور کی اس تقریر کے بعد کفار قریش و مکہ نے حضور سے رحم کی درخواست کی۔ آپ نے سب کو معاف کر دیا۔ حضور کی اس معافی کا نتیجہ یہ نکلا کہ کافروں کے گروہ کے گروہ اسلام میں داخل ہو گئے اور مسلمان آزادی سے اسلام پھیلانے لگے۔

۱۴۔ جنگ حنین

مکہ سے تین میل دور طائف کی طرف ایک مقام ہے جسکو حنین کہتے ہیں اس مقام پر عرب کے دو مشہور لڑاکو قبیلے بنی ہوازن اور بنی ثقیف آباد تھے۔ مسلمانوں کی لگاتار کامیابیوں کی وجہ سے ان میں حسد پیدا ہو گیا۔ ان کا خیال تھا اگر انہوں نے مسلمانوں پر حملہ کر کے شکست دیدی تو مال و دولت ہاتھ آئیگا اور کعبہ میں بتوں کے توڑنے کا بدلہ ہو جائیگا۔ چنانچہ انہوں نے اور قبیلوں کو بھی شریک کر لیا اور مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے حنین کے مقام پر پہنچے۔ حضور بھی بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ مکہ سے باہر نکل آئے اور لشکر کی سرداری حضرت علی کو دیدی۔ مسلمانوں کی فوج دشمن کی فوج سے زیادہ تھی۔ تاریخ خمیس میں لکھا ہے کہ اس موقع پر حضرت ابو بکر نے کہا کہ ہم لشکر کی کمی کی وجہ سے شکست نہیں کھائیں گے۔ مسلمانوں کو اپنے لشکر کی تعداد زیادہ ہونے سے بہت گھمنڈ ہو گیا تھا۔

جب جنگ شروع ہوئی تو مسلمانوں کو دشمن کی قوت کا اندازہ ہوا۔ کافروں نے جم کر مقابلہ کیا اور ایک زور کا حملہ کیا کہ مسلمانوں کے پیر اکھڑ گئے روضۃ الاحباب میں لکھا

ہیکہ سب سے پہلے خالد بن ولید بھاگے ۔ صحیح بخاری میں ابو قتادہ سے روایت ہے کہ انہی بھاگنے والوں میں حضرت عمر بھی تھے کسی نے آپ سے کہا کہ کیوں بھاگ رہے ہو تو فرمایا کہ اللہ کی مرضی یہی ہے (تاریخ خمیس ۔ زاد المعاد ابن قیم) حضور نے ان بھاگنے والوں کو بار بار پکارا اور بیعت رضوان یاد دلائی مگر بھاگنے والے ایسے بھاگے کہ سیدھے پناہ گاہ پر پہنچکر دم لئے ۔ یہ وقت حضور کے لئے بہت نازک تھا ۔ آپ کو دشمنوں نے گھیر لیا تھا ۔ سوائے حضرت علی اور حضرت عباس ۔ ابن حارث ۔ ابن مسعود کے سب بھاگ گئے ۔ (سیرت حلبیہ جلد ۳ صفحہ ۱۰۹) حضرت عباس نے اپنی گرجدار آواز سے ان بھاگنے والوں کو پکارا چند ایک مسلمان واپس آئے اور ادھر حضرت علی شیر غضبناک کی طرح دشمنوں پر ٹوٹ پڑے اور ایسی تلوار چلائی کہ دشمن پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوا ۔ آپ کے حملوں سے دشمن کا برا حال ہو گیا یہ دیکھکر لشکر کا علمدار ابو جرول حضرت علی کے مقابلہ کے لئے بڑھا حضرت علی نے تلوار کے ایک ہی وار سے اس کا خاتمہ کر دیا ۔ علمدار لشکر کے قتل ہوتے ہی دشمن کے حوصلے پست ہو گئے اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے ۔ یہ فتح اسلام کے لئے بڑی فتح تھی ۔ اس جنگ میں چار مسلمان اور ستر کافر

مارے گئے ایمن سے چالیس حضرت علی کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ (سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۱۶۲)۔

۴۲۔ جنگ تبوک

مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت سے اطراف کے حکمران ڈرے انکو خیال ہوا کہ مسلمان کہیں ان پر حملہ نہ کردیں۔ انہوں نے جنگ کی تیاری شروع کردی۔ ۹ھ میں شام کا تجارتی قافلہ مدینہ آیا تو معلوم ہوا کہ ہرقل بادشاہ روم بہت بڑا لشکر حضور کے مقابلہ کے لئے تیار کیا ہے۔ یہ سنکر آپ نے مسلمانوں کو جہاد کی تیاری کا حکم دیا۔ اور فوج لیکر روانہ ہوئے اور حضرت علی کو اپنی جگہ مدینہ کے انتظام کے لئے رکھا۔ جب حضور جا چکے تو مدینہ میں یہ خبر اڑادی گئی حضور حضرت علی سے ناراض تھے اس لئے عورتوں اور بچوں کی نگرانی کے لئے مدینہ میں چھوڑ گئے۔ یہ خبر جب علیؑ نے سنی تو آپ فوراً روانہ ہوئے اور منزل جرف پر حضور سے جا ملے اور عرض کیا کہ مدینہ میں یہ مشہور کیا گیا ہے تو حضور نے فرمایا یا علی کیا تم پسند نہیں کرتے کہ تمہاری نسبت مجھسے ایسی ہی ہے جیسی ہارون سے موسیٰ کی تھی البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اس کے بعد فرمایا کہ میرے بجائے مدینہ

میں تمہارا رہنا ضروری ہے (صحیح بخاری ۔ فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۳۸۷

حضور تبوک پہنچکر ٹھیر گئے اور بیس روز تک یہیں رہے ۔

مقابلہ کے لئے کوئی نہیں آیا آپ نے اطراف کے علاقوں میں اسلام کی دعوت دی تو بہت سوں نے اسلام قبول کیا اور چند نے معاہدہ کرکے جزیہ دینا قبول کیا ۔ اس کے بعد حضور تبوک سے واپس ہوئے

تبوک سے واپسی کے راستہ میں عقبہ ذی فتق کی گھاٹی تھی جو نہایت خطرناک تھی یہاں سے گزرتے وقت اندیشہ تھا کہ اونٹ کا پیر پھسل جائے اور حضور کو نقصان پہنچے ۔ اسی لئے اعلان کردیا گیا تھا کہ جب حضور کا اونٹ اس گھاٹی سے گزرے تو کوئی قریب نہ آئے ۔ جب حضور کی سواری کی اونٹنی داخل ہوئی تو اندھیرا ہوچکا تھا ۔ حذیفہ یمانی مہار پکڑے ہوئے آگے تھے اور عمار یاسر اونٹنی کو ہانکنے کے لئے پیچھے تھے ۔ جب آپ کی اونٹنی نہایت خطرناک جگہ پہنچی تو بجلی چمکی اور ساری وادی روشن ہوگئی بارہ چودہ آدمی اپنے چہروں پر کپڑا لپیٹے ہوئے اونٹنی کو بھڑکانے کے سامان کے ساتھ نظر آئے ۔ حضور نے فرمایا حذیفہ تم نے دیکھا یہ منافق میری جان لینا چاہتے تھے یعنی میرے اونٹ کو بھڑکا کر مجھے ہلاک کرنا چاہتے تھے ۔ حذیفہ نے عرض کیا اجازت ہو تو انہیں

قتل کردوں۔ آپ نے منع کیا اور پھر حذیفہ کو ہر ایک کا نام اور انکی ولدیت بتا کر تاکید فرمائی کہ اس کو چھپائے رکھنا۔ ناموں کو چھپانے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان میں حضور کے قریب کے صحابی بھی تھے۔ یہ منافقین کپڑے سے اپنے منہ چھپائے ہوئے تھے۔

حضرت عمر حذیفہ کے پاس آتے اور دریافت کرتے تھے کہ کیا میرا نام بھی حضور نے بتایا؟ اور مجھے گروہ منافقین میں شامل فرمایا ہے تو حذیفہ جواب دیتے تھے کہ حضور نے اس راز کو چھپائے رکھنے کا حکم دیا ہے۔ ایک عرصہ تک حضرت عمر حذیفہ کو قسم دیکر پوچھا کئے اور حذیفہ ہر مرتبہ یہی جواب دیتے رہے کہ چھپائے رکھنے کا حکم دیا ہے۔

(مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۵۰۹)

۳ھ۔ مباہلہ

حضور کو جنگوں سے فرصت ملی تو آپ اسلام کی تبلیغ میں لگ گئے اور کافر بڑی تعداد میں مسلمان ہوئے اسی زمانہ میں نجران کے عیسائیوں کو بھی آپ نے دعوت اسلام دی۔ نجران یمن میں ہے یہاں عیسائیوں کا بہت بڑا کلیسا تھا حضور کے بلانے پر یہاں کا سردار عبدالمسیح اپنی عیسائی جماعت کے ساتھ مدینہ آیا اور مسجد نبوی میں ٹھیرا اور حضور سے بات چیت شروع ہوئی۔ حضور نے

بتایا کہ حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہنا گناہ ہے مگر عیسائی اپنی ہٹ پر
اڑے رہے کہ حضرت عیسیٰ خدا کے بیٹے ہیں۔ اس وقت حضور پر
وحی آئی کہ ان سے مباہلہ کیا جائے۔ مباہلہ اس کو کہتے ہیں کہ جب
دو مذہب کے لوگ جمع ہو کر خدا سے دعا کریں کہ جو لوگ غلط راستہ
پر ہوں ان پر عذاب نازل کر۔ مباہلہ میں نبی کا شریک ہونا ضروری
ہے۔ چنانچہ عیسائیوں سے مباہلہ قرار پایا۔ حضور کو مباہلہ کے لئے
جو حکم ملا وہ یہ ہے "فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم فقل
تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم
ثم نبتھل فنجعل لعنت اللہ علی الکاذبین پارہ ۳ سورہ آل عمران رکوع ۶
یعنی اے رسول جو کوئی تم سے عیسیٰ کے بارہ میں اس کے بعد کہ
تمہارے پاس علم آچکا ہے بحث کرے تو اس سے کہدو کہ آؤ
ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ۔ ہم اپنی عورتوں
کو بلاتے ہیں تم اپنی عورتوں کو بلاؤ ہم اپنے نفسوں کو بلائیں تم
اپنے نفسوں کو بلاؤ پھر ہم گڑگڑا کر دعا مانگیں اور جھوٹوں پر
اللہ کی لعنت قرار دیں۔

حضور جب مباہلہ کے لئے چلے تو خدا کے حکم سے اپنے ساتھ
جن لوگوں کو لے گئے وہ یہ تھے حضرت امام حسینؑ آپکی گود میں۔

حضرت امام حسن آپ کی انگلی پکڑے ہوئے تھے جناب فاطمہ زہرا
آپ کے پیچھے تھیں اور حضرت علی جناب فاطمہ زہرا کے پیچھے تھے
حضور اس شان سے جب مباہلہ کے لئے آئے تو ان پانچوں یعنی پنجتن
پاک کے چہروں پر نور ٹپک رہا تھا۔ اس وقت عبدالمسیح نے
جو عیسائیوں کا سب سے بڑا پادری تھا اپنے ساتھیوں سے
کہنے لگا کہ محمد غیروں کے بجائے اپنے کنبہ کو ساتھ لائے ہیں۔
ان کے چہروں سے ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ خدا کے سچے بندے
ہیں اور ان کو اپنی سچائی پر پورا بھروسہ ہے اگر ان سے مباہلہ
کیا جائے تو خدا کی قسم ہم میں سے ایک بھی باقی نہ رہے گا اور
ہم سب ہلاک ہو جائیں گے۔ اس عالم کے مشورہ سے عیسائیوں
نے مباہلہ کرنے سے انکار کر دیا اور بغیر مباہلہ کے واپس ہو گئے
اس مباہلہ سے چند باتیں ظاہر ہوئیں اول تو یہ کہ حضور
کو اپنی نبوت کا سچا ٹھیرانے کے لئے ان چار یعنی حضرت علیؑ جناب
فاطمہ زہرا حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کے سوا کوئی دوسرا
نظر نہیں آیا دوسرے یہ لوگ معصوم تھے جو دعا مانگتے خدا اس کو
پورا کرتا ورنہ حضور ان کو کبھی اپنے ساتھ نہ لیجاتے تیسرے یہ کہ علی
بہ حکم خدا اور رسول نفس رسول ہیں۔ چوتھے یہ کہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ

کو سرورِ عالم نے خدا کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے بیٹے قرار دیا۔

۴۴۔ حضور کا آخری حج اور خم غدیر

عرب کے اکثر قبیلے ۱۰ھ تک اسلام لا چکے تھے اور جو باقی رہ گئے تھے انہوں نے معاہدے کئے اور اسلام کی حفاظت میں آ گئے اس کے بعد حضور نے آخری حج کا ارادہ فرمایا۔ حضور کو معلوم تھا کہ اس حج میں ایک ضروری اور اہم پیغام پہنچانا ہے اس لئے آپ نے اعلان فرمایا کہ میں نے حج کا ارادہ کیا ہے۔ تو ہزاروں مرد اور عورتیں آپ کے ساتھ حج میں شریک ہونے کے لئے روانہ ہو گئے اس حج میں حضور کے ساتھ ایک لاکھ چوبیس ہزار مسلمان تھے ۴۔ ذی الحجہ کو آپ مکہ پہنچ گئے آپ کے ساتھ آپ کی تمام بیویاں اور آپ کی صاحبزادی جناب سیدہ بھی تھیں۔ حضرت علی بھی یمن سے واپس ہو کر حضور سے آ ملے اور یمن کی تبلیغ کی تمام کیفیت سنائی۔

اس موقع پر لوگوں نے اپنی آنکھوں سے حضور کو حج کرتے دیکھا اس موقع پر حضور نے خطبہ فرمایا کہ جہالت کے زمانہ کا قانون ختم کر دیا گیا ہے اور اب مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں ان میں کسی ایک کو دوسرے پر بڑھائی حاصل

نہیں ہے اسکے بعد فرمایا کہ جہالت کے تمام خون معاف کر دئے گئے اور جہالت کے زمانہ کے سود جو لوگوں کے ذمہ ہیں معاف کر دیئے گئے۔

غرض ۱۴۔ ذی حجہ کو حضور مکہ سے روانہ ہوئے تو تمام مسلمان بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ خم کے تالاب پر پہنچے تو آپ پر وحی نازل ہوئی "یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس" یعنی اے رسول جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے اسے پہنچا دو اگر ایسا نہ کرو گے تو گویا تم نے کار رسالت ہی انجام نہیں دیا اور اللہ آدمیوں کی شرارت سے تم کو بچائے گا اپنی حفاظت میں رکھے گا (پارہ ۶ سورۃ المائدہ رکوع ۱۰) جب یہ وحی نازل ہوئی تو آپ نے اعلان کیا کہ تمام لوگ ٹھہر جائیں اللہ کا ایک ضروری حکم پہنچانا ہے۔ سب لوگ رک گئے یہ دوپہر کا وقت تھا اور سخت دھوپ تھی۔ حضور کے لئے اونٹ کے کجاؤں کا ممبر بنایا گیا حضور اس پر تشریف لے گئے اور حضرت علی کو اپنے قریب بٹھا لیا اور ایک خطبہ پڑھا جس میں خدا کی تعریف کے بعد اپنی بزرگی بیان کی اس کے بعد آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ کیا میں تمہاری جانوں سے زیادہ عزیز اور تم پر حاکم یعنی مولا

ہوں کہ نہیں سب نے کہا بے شک آپ ایسے ہی ہیں اس طرح جب سبھوں نے اقرار کیا تو حضور نے حضرت علی کا بازو تھاما اور اس قدر اونچا کیا کہ آپ کے بغل کے نیچے کی سپیدی نظر آنے لگی اس وقت حضور نے نہایت اونچی آواز میں فرمایا کہ میں جسکا مولا ہوں اس کا علی مولا ہے اور پھر فرمایا کہ یا خدا دوست رکھ اس کو جو علی کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اسکو جو علی کو دشمن رکھے حضور نے علی کے لئے ایک خیمہ نصب کروا کر اس میں حضرت علی کو بٹھایا اور تمام مسلمانوں کو حکم دیا کہ حضرت علی کو امیر المومنین کہہ سلام کریں اور نصب خلافت اور امارت کی مبارک باد دیں حضور جب یہ اعلان فرما چکے تو سب سے پہلے حضرت عمر نے حضرت علی کو مبارک باد دی اور کہا کہ مبارک ہو یا علی کہ آپ آج سے تمام مومنین اور مومنات کے اور میرے مولا ہو گئے حضور نے جب خدا کے حکم کو لوگوں تک پہنچا دیا تو خدا نے یہ آیت نازل کی "الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم اسلام دین" یعنی آج میں نے تمہارے دین کو کامل کیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کی اور دین اسلام سے راضی ہوا پارہ ۶ سورۃ المائدہ رکوع ۱ یہ واقعہ ۱۸ ذی حجہ کا ہے۔ نور الابصار ص ۷۸

پر لکھا ہے کہ ایک شخص حارث بن نعمان فہری نے حضرت علی کے جانشین مقرر ہونے پر حضور پر اعتراض کیا تو آسمان سے اس پر ایک کنکر گرا اور وہ مر گیا۔ اس واقعہ کو آنکھوں دیکھا بیان کرنے والے اصحاب کی تعداد ایک سو ایک ہے جن میں حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عبداللہ ابن عمر، حضرت عبداللہ ابن عباس، عبداللہ ابن مسعود، زبیر ابن عوام، ام المومنین بی بی عائشہ اور ام المومنین بی بی ام سلمہ بھی ہیں اس واقعہ کو کم از کم پانچ سو علماء و مورخین نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔

۷۵ ۔ حضور کی وفات

حضور آخری حج کر کے جب مدینہ لوٹے تو بیمار ہو گئے۔ آہستہ آہستہ مرض بڑھتا گیا۔ ایک دن آپ نے تمام انصار و مہاجرین کو جمع کیا اور فرمایا کہ اب بہت جلد میں تم سے جدا ہونے والا ہوں میں تمہارے لئے دو قیمتی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ایک تو اللہ کی کتاب دوسرے میری اہلبیت یعنی حضرت علی، جناب فاطمہ اور ان کی اولاد اگر تم ان دونوں سے ملے رہو گے تو میرے بعد کبھی بھی نہ بھٹکو گے۔ قرآن اور اہلبیت اس وقت تک جدا نہ ہوں گے جب تک کہ روز قیامت حوض کوثر پر

مجھ سے نہ مل لیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ میرے اہل بیت کے ساتھ نیک برتاؤ کرو اور ان کے خلاف کوئی بات نہ کرو۔

حضور کا مرض بڑھتا ہی گیا ایک دن جبکہ صحابہ آپکی خدمت میں حاضر تھے آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ دوات قلم اور کاغذ لاؤ تاکہ میں تمہارے لئے کچھ لکھدوں تاکہ تم میرے بعد بھٹک نہ جاؤ۔ صحیح بخاری صفحہ ۱۰۷ پر لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر فرمایا کہ حسبنہ کتاب اللہ یعنی ہمارے لئے خدا کی کتاب کافی ہے۔ علامہ شبلی نعمانی اپنی کتاب الفاروق صفحہ ۶۱ پر لکھتے ہیں حضرت عمر نے حضور کے کاغذ دوات اور قلم کے طلب کرنے کو ہذیان یعنی بیہودہ بکواس کہا۔ اس وقت دوسرے اصحاب کہنے لگے کہ لکھنے کا سامان لے آؤ تاکہ جو کچھ حضور لکھنا چاہتے ہیں لکھیں۔ اور بعض حضرت عمر کی تائید میں تھے کہ حضور کچھ لکھنے نہ پائیں۔ اور آپس میں جھگڑنے لگے جب جھگڑا بڑھا تو شور ہونے لگا۔ حضور نے اس وقت سب کو چلے جانے کا حکم دیا اور یہ وہاں سے چلے گئے۔ حضور جو کچھ لکھنا چاہتے تھے وہ نہ لکھ سکے۔ شمس العلما نظیر احمد دہلوی لکھتے ہیں کہ جن کے دلوں میں خلافت کی تمنا اور خواہش چٹکیاں لے رہی تھی انھوں

نے جھگڑا کر کے حضور کے اس ارادہ کو چٹکیوں میں اڑا دیا اور یہ کہہ دیا کہ ہمارے لئے قرآن کافی ہے۔ ان لوگوں کا خیال تھا۔ چونکہ اس وقت رسول اللہ کے حواس ٹھیک نہیں تھے کاغذ دوات قلم لانا ضروری نہیں تھا خدا جانے کیا کیا لکھوا دیں۔ (امہات الامہ صفحہ ۹۲) اسی بیماری کے زمانہ میں آپ کو اطلاع ملی کہ حکومت روم اسلامی حکومت کو تباہ کرنا چاہتی ہے تو آپ نے اس خیال سے کہ کہیں وہ حملہ نہ کر دیں اسامہ بن زید کی سرکردگی میں ایک فوج روانہ کی اور حکم دیا کہ سوائے علی کے تمام انصار و مہاجرین اس جنگ میں شریک ہوں اور مدینہ میں کوئی نہ رہے۔ آپ نے اس جنگ میں شریک نہ ہونے والوں کے لئے فرمایا لعن اللہ من تخلف منہا یعنی اس جنگ میں جو نہیں جائے گا اس پر خدا کی لعنت ہے۔ اسامہ کا لشکر مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ٹھیرا رہا اور انصار و مہاجر کا انتظار کرنے لگا مگر یہ لوگ نہ گئے۔

مدارج النبوہ جلد ۲ صفحہ ۲۰۸۔ اور تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۱۲۰ تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۸۸ پر لکھا ہے کہ وہ لوگ جو اس لشکر میں شریک نہیں ہوئے ان میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بھی تھے۔

مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۴۹۴ پر لکھا ہے کہ صفر کی آخری تاریخوں میں جب حضور کی طبیعت خراب تھی اور سر میں بہت درد تھا تو آپ رات کے وقت اہل بقیع کے لئے دعا کرنے گئے ام المومنین حضرت عائشہ نے سمجھا کہ میری باری ہے اور حضور کسی اور کے پاس چلے گئے آپ حضور کو تلاش کرنے نکلیں تو حضور کو بقیع میں خدا سے دعا کرتے پایا۔ اس وقت حضور نے فرمایا کہ اے عائشہ کیا اچھا ہوتا کہ تم مجھ سے پہلے مر جاتیں اور میں تمہارے کفن و دفن کا اچھی طرح سامان کرتا تو حضرت ام المومنین حضرت عائشہ نے عرض کیا کہ میں مر جاؤں تو آپ دوسری شادی کرلیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضور نے آخری وقت فرمایا کہ میرے حبیب کو بلاؤ تو میں اپنے باپ ابوبکر کو بلائی تو آپ نے منہ پھیرلیا اور پھر عمر کو بلایا گیا پھر بھی آپ نے منہ پھیرلیا اس کے بعد جناب علی ابن ابی طالب آئے تو آپ نے انکو اپنے سینہ سے لپٹالیا (ریاض النضرہ صفحہ ۱۸۰) اسی وقت آپ نے اپنی بیٹی جناب سیدہ سے کان میں کچھ کہا تو آپ رونے لگیں تھوڑی دیر کے بعد آپ نے جناب سیدہ کے کان میں کچھ کہا تو آپ خوش ہوگئیں۔ جناب فاطمہ نے فرمایا کہ بابا نے پہلی

بات یہ بتائی کہ وہ دنیا سے جا رہے ہیں تو میں رو پڑی دوسری بات بابا نے یہ کہی کہ اے فاطمہ میرے اہل بیت میں تم سب سے پہلے مجھ سے جنت میں ملو گی تو میں خوش ہو گئی۔

اسکے بعد حضور نے وصیت کی اور فرمایا یا علی میرے بعد لوگ تمہیں سخت تکلیف دیں گے تم صبر کرنا جب تم یہ دیکھو کہ لوگ دنیا کے پیچھے دوڑ رہے ہیں تو تم دین اختیار کرنا۔

روضتہ الاحباب جلد ا صفحہ ۵۵۹ - مدارج النبوہ جلد ۲ صفحہ ۵۱۱ - تاریخ بغداد جلد ۱۱ صفحہ ۲۱۶ پر لکھا ہے حضرت علی کو وصیت کرنیکے بعد آپکی طبیعت خراب ہونے لگی تو آپ نے جناب سیدہ کو گلے سے لگایا اور نواسوں کو پیار کیا اور اسکے بعد حضرت علی کو اپنی چادر میں لے لیا ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھایا زبان مبارک سے فرمایا کہ سب سے بڑا ساتھی اسلام ہے اسکے بعد آپکی آنکھیں بند ہو گئیں۔ صفر کی ۲۸ تاریخ اور ۱۱ سنہ تھی۔

حضور کی آنکھیں بند ہوئیں اور اہل بیت میں کہرام مچ گیا ہر ایک غم میں ڈوبا ہوا تھا کیونکہ انکے سر پرست کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا۔ اسی حالت میں حضرت علی نے حضرت عباس کو اور اسامہ - فضل - قثم - اور شقران کو ساتھ لیکر

حضور کو غسل دیا کفن پہنایا نماز پڑھائی اور اسی حجرہ میں جسم پاک کو دفن کیا۔

جس وقت حضور کی آنکھ بند ہوئی تو حضرت عمر نے آپ کے انتقال کی خبر کو پھیلنے نہیں دیا یہاں تک کہ حضرت ابوبکر اور ابو عبیدہ جراح آئے تو انکو ساتھ لیکر ساعدہ بنی سقیفہ کو گئے یہ مقام مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر حضور کے غسل و کفن اور نماز میت میں شریک نہیں تھے کیونکہ یہ اسوقت ساعدہ بنی سقیفہ میں خلافت کا مسئلہ طے کر رہے تھے۔ جس وقت یہ حضرات وہاں سے لوٹے تو حضرت علی حضور کو دفن کر چکے تھے۔ کنزل العمال جلد ۳ صفحہ ۱۴۰۔ ارجح المطالب صفحہ ۶۷۰۔ تاریخ ابوالفدا جلد ۱ صفحہ ۱۵۲۔

۴۶ حضور کی بیویاں اور اولاد

حضور کی جملہ گیارہ بیویاں تھیں اسکے علاوہ چند کنیزیں بھی تھیں۔ اسلام میں صرف حضور ہی کو یہ اجازت تھی کہ ایک وقت میں چار سے زیادہ بیویاں رکھیں۔ حضرت خدیجہ حضور کی سب سے پہلی بیوی تھیں جب تک آپ زندہ رہیں حضور نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔ حضور کی بیویوں کے نام یہ ہیں ۱۔ خدیجۃ الکبریٰ ۲۔ سودہ

۳۔عائشہ ۴۔حفصہ ۵۔زینب بنت خزیمہ ۶۔ام سلمہ ۷۔زینب بنت حجش ۔ ۸ جویرہ بنت حارث ۹۔ام حبیبہ ۱۰۔صفیہ ۱۱۔میمونہ۔

حضور کے تین لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔ قاسم دو سال کی عمر میں انتقال کئے۔ یہ اعلان نبوت سے پہلے کی بات ہے۔ عبداللہ کا انتقال بھی بچپن میں ہوا تیسرے صاحبزادے ابراہیم ڈیڑھ سال کے سن میں دنیا سے اٹھ گئے۔ جناب فاطمہ زہرا حضور کی اکلوتی صاحبزادی تھیں حضور کی اولاد کا سلسلہ قیامت اسی صاحبزادی سے قائم رہے گا۔

۴۷ قرآن ہمیشہ رہنے والا معجزہ

حضور سے پہلے جتنے بھی رسول خدا کی طرف سے آئے اور خدا کے حکم سے اپنے کمالات دکھائے۔ ایسا کمال جو خدا کا رسول اپنی رسالت کے ثبوت میں پیش کرے اس کو معجزہ کہتے ہیں جیسا کہ حضرت عیسیٰ جو خدا کے رسول تھے مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ ہمارے رسول نے خدا کی طرف سے قرآن پیش کیا یہ ایک زندہ معجزہ ہے۔ قرآن خود دعوی کرتا ہے "قل لئین اجتمعت الانس والجن ان یاتوا بمثل ھذا القران لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا" یعنی اے محمد تو اعلان سے کہہ دے کہ تمام انسان اور جن جمع ہو کر

ایسی کتاب بنانا چاہیں تو نہیں بنا سکیں گے باوجودیکہ وہ ایک دوسرے کی مدد کریں۔ (پارہ ۱۵ بنی اسرائیل رکوع ۹) قرآن کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں ہر چیز کا علم ہے اور جب تک دنیا باقی ہے قرآن کا علم دنیا کے لئے کافی ہے۔ قرآن میں ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین یعنی کوئی تر و خشک ایسا نہیں ہے جس کا ذکر اس کتاب میں نہ ہو (پارہ ۷ سورہ انعام رکوع ۷)۔

۴۸۔ رسالت کی مزدوری

حضور سے پہلے جتنے رسول بھی خدا کی طرف سے آئے انھوں نے اپنی رسالت کا معاوضہ اپنی امتوں سے نہیں مانگا۔ ہر ایک نے اپنی امت سے یہی کہا کہ جو کچھ محنت انہوں نے دین کے پھیلانے میں کی اس کی مزدوری اللہ سے لیں گے۔ مگر حضور جو خدا کے آخری نبی تھے۔ اپنی امت سے بہ حکم خدا ایک ہی مزدوری مانگی آپ نے فرمایا کہ میری رسالت کی مزدوری اور معاوضہ صرف یہ ہے کہ میرے اہل بیت سے محبت رکھی جائے۔ حضور نے یہ اپنی طرف سے نہیں کہا بلکہ خدا نے وحی کے ذریعہ حکم دیا قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ یعنی اے رسول اپنی امت سے کہدو کہ میں تم سے اپنی رسالت کی مزدوری

کچھ نہیں مانگتا سوائے اس کے کہ تم میرے اہل بیت سے محبت رکھو (سورۃ الشورہ پارہ ۲۵ رکوع ۴) قرآن کے اس حکم سے پتہ چلتا ہے کہ ہر مسلمان پر اہل بیت کی محبت واجب ہے ۔

۹ ۔ حضور کے اخلاق و عادات

حضور نے مسلمانوں کی زندگی درست کرنے اور انکی عادتوں کو سدھارنے جو باتیں بیان فرمائیں وہ صرف باتیں نہ تھیں خود آپ نے عمل کر کے دکھایا تاکہ ہر ایک ان پر عمل کر سکے ۔ حضور سب کے ساتھ ایک طریقہ سے ملتے اور سب کے ساتھ ایک جیسا سلوک کرتے امیر اور غریب آپ کے پاس ایک تھے ۔ حضور اپنے گھر کا کام خود کرتے ۔ جب کوئی بیمار ہوتا تو اس کو دیکھنے جاتے اور آپ وعدے کے پکے تھے ۔ ہمیشہ احسان اور انصاف سے کام لیا کرتے تھے ۔ آپ کی امانت داری کا یہ حال تھا کہ کافر بھی آپکو امین کہتے تھے ۔ حضور دنیا بھر کے لئے رحمت بن کر آئے تھے اور رحم کا پتلا تھے ۔ جہاں آپ اس قدر رحم دل تھے وہاں ویسے ہی بہادر بھی تھے ۔ آپ کی بہادری کی مثال اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ آپ اکیلے سارے جاہل عربوں کے مقابلہ میں حق کی آواز پہنچانے کھڑے ہو گئے اور اس قدر قدم جمائے رکھے کہ دشمن اور دوست

سب آپکی بہادری کے قائل ہو گئے غرض آپکی عادت اور آپ کے اخلاق اتنے اچھے تھے کہ ہر شخص آپ کی عزت کرتا تھا۔

۵۰۔ حضور کی تعلیم

حضور اسلئے ہیں صرف مسلمانوں کو اللہ کی عبادت نماز اور روزہ وغیرہ سکھانے ہی کیلئے نہیں آئے تھے بلکہ آپ تمام دنیا کے انسانوں کو برائیوں سے پاک کرنے اور اچھے کاموں میں لگانے آئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ انسان ایک دوسرے سے محبت کرے۔ سچ بولے۔ برے گمان نہ کرے۔ لوگوں کے عیب نہ چنے اور بری بات نہ کرے۔ ہمیشہ اچھی بات زبان سے نکالے۔ ماں۔ باپ کی خدمت کرے۔ لوگوں کے پیٹھ پیچھے ان کی برائی نہ کرے۔ جہاں تک ہو سکے خیرات دے غریبوں کی مدد کرے۔ ہمسایوں کی دیکھ بھال کرے۔ بیکاری سے دور رہے۔ آپ نے سب سے زیادہ تعلیم کی طرف توجہ دلائی کیونکہ تعلیم پاکر انسان خدا کی طرف بڑھتا ہے اور اس میں عاجزی پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح حضور نے غرور اور حسد سے دور رہنے کی تاکید فرمائی۔ ظلم کرنے سے منع کیا اور یتیموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا ضروری قرار دیا۔

۵۱۔ حضور کی صورت و سیرت

حضور کا قد زیادہ بڑا تھا اور نہ چھوٹا بلکہ آپ کا درمیانی قد تھا اور رنگ گورا تھا۔ حضور نے خود فرمایا کہ میری صورت حضرت آدم سے ملتی ہے اور میری سیرت حضرت ابراہیم جیسی ہے۔

۵۲۔ قرآن اور اہلبیت

قرآن کوئی معمولی کتاب نہیں ہے یہ خدا کا کلام ہے اس میں اللہ نے ایسی باتیں بتائی ہیں جو انسان کے فائدہ کی ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسی کتاب کو تمام انسانوں کو سیدھا راستہ بتانے اور انکا علم بڑھانے حضور کے ذریعہ اس دنیا میں اتارا گیا۔ ممکن نہیں کہ قرآن انسانوں کو سیدھے راستہ سے ہٹادے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں میں اس کتاب کے ہوتے ہوئے بھی جھگڑے ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟ اس بات کا پتہ لگانے کے لئے جب ہم حضور کی اس حدیث کو پڑھتے ہیں۔ انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی اہل بیتی ما ان تمسکتم بھما لن تضلو بعدی و لن یفترقا حتی یردا علی الحوض یعنی میں تم میں دو چیزیں قیمتی چھوڑے جا رہا ہوں ایک اللہ کی کتاب دوسرے میری عترت یعنی میرے اہل بیت جب تک تم ان دونوں کی پیروی کروگے

کبھی نہیں بھٹکو گے۔ اور یہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہ ہونگے جب تک کہ قیامت کے روز حوض کوثر پر میرے پاس نہ پہنچ جائیں۔ اس حدیث سے سارا معاملہ صاف ہو جاتا ہے۔

مسلمانوں نے کتاب خدا کو تو اپنی بغل میں دبا لیا اور یہ کہہ دیا کہ بس ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے۔ اور اہل بیت کا دامن چھوڑ دیا۔ چونکہ حضور کا فرمان ہے کہ قرآن اور اہل بیت ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے۔ اس لئے صرف قرآن ہی پر تکیہ کر لینے سے ہمارا کام نہیں چل سکتا۔ قرآن سمجھنے کے لئے ہمیں اہل بیت سے قریب ہونا پڑے گا۔ کیونکہ قرآن کے سمجھانے کا ذمہ دار خدا کے حکم سے حضور نے اپنے اہل بیت ہی کو قرار دیا۔ اگر حضور کی نظر میں قرآن سمجھنے اور سمجھانے والا اور کوئی دوسرا ہوتا تو آپ ضرور اس کا بھی نام بتلا دیتے چونکہ حضور نے ایسا نہیں کیا اس لئے ہر مسلمان پر فرض ہو جاتا ہے کہ حضور کے کہنے کے مطابق عمل کرے اور قرآن و اہل بیت رسالت مآب کو ایک دوسرے سے جدا نہ کرے بلکہ ان کے قریب ہو جائے تو مسلمانوں کا صحیح راستہ ہوگا اور رسول خدا کی تعلیم اور دین کے احکام سمجھ میں آئیں گے اور اس راستہ پر چل کر

کوئی مسلمان قیامت کے دن نہیں پچھتائے گا۔

۵۲۔ اسلام نے کیا نعتیں انسان کے حوالہ کیا۔

اگر تفصیل سے ان پر بحث کی جائے تو اس کے لئے ایک بہت بڑی کتاب لکھنی ہوگی۔ اجمالاً صرف چند نعمتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ اسلام ہی وہ مذہب ہے کہ جس نے غلامی کا نشان مٹا دیا انتہا یہ کہ سرور دو عالم نے اپنی پھوپی زاد بہن کو اپنے غلام زید بن حارثہ سے بیاہ دیا۔

۲۔ اسلام ہی وہ مذہب ہے کہ جس نے ذات، پات، قومیت اور دولت کی بلندیوں اور پستیوں کو توڑ کر انسانوں کو انسانوں کا بھائی قرار دیا۔ ایک حبشی غلام اور ایک عرب سردار بھائی بھائی قرار پائے۔

۳۔ اسلام ہی وہ مذہب ہے کہ جس نے وراثت اور زوجیت میں عورت کے حقوق قائم کئے ورنہ دنیا کے مذاہب میں عورت چاہے ماں ہو کہ بہن، بیوی ہو کہ بیٹی ایک گھریلو جائداد سے زیادہ حیثیت نہ رکھتی تھی۔

۴۔ اسلام ہی وہ مذہب ہے کہ جس نے مذہباً دولت والوں کو مجبور کیا کہ اپنے مال میں سے غریبوں کے لئے حق نکالیں

جس کو خمس زکاۃ وغیرہ کہا گیا ہے۔

۵۔ اسلام ہی وہ مذہب ہے کہ جس نے ملک کی دولت یعنی بیت المال میں سب کے لئے چاہے سردار ہوں کہ غلام، مرد ہوں کہ عورت مساوی حصہ قرار دیکر تقسیم مساوات کا اصول سب سے پہلے رائج کیا۔

۶۔ اسلام ہی وہ مذہب ہے کہ جس نے علم حاصل کرنیکو ہر شخص کے لئے لازم اور فرض قرار دیا۔ یہ سب کچھ انسان کو کس نے سکھایا اور عمل کر کے کس نے بتایا ہمارے پیارے رسول محمد مصطفیٰ ختم الانبیاء فخر دوسالم صلواۃ اللہ علیہ وآلہ الطیبین الطاہرین واصحابہ نتجبین الصالحین التابعین نے۔

تمت

مولفہ میر سجاد علی بی۔ اے
بی ایڈ۔ ام ایڈ

maablib.org

maablib.org

رشید آرٹ پریس کراچی

MAAB 1431
مرکز احیاء آثار برصغیر
maablib.org